بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 70

شمارہ 26

ایڈیٹر
منصور احمد

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadrqadian.in

شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

20 ذوالقعدہ 1442 ہجری قمری • 1 وفا 1400 ہجری شمسی • 1 جولائی 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝

(سورۃ المائدہ:41)

ترجمہ: کیا تُو نہیں جانتا کہ اللہ ہی ہے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 25 جون 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے نہایت بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

کاغذات کا کیا اثر ہے، ایک دن ہوتے ہیں اور ایک وقت ضائع ہوجاتے ہیں لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہوسکتا، اس کا اثر ابدالآباد کیلئے ہوتا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

مالی قربانی محض للہ ہو

اگر کوئی شخص اس غرض کیلئے چندہ دیتا ہے یا ہماری دینی ضروریات میں شریک ہوتا ہے کہ اُسکا نام شائع کیا جاوے، تو یقیناً سمجھو کہ وہ دنیا کی شہرت اور نام ونمود کا خواہشمند ہے، لیکن جو محض اللہ تعالیٰ کیلئے اس راہ میں قدم رکھتا ہے اور خدمتِ دین کیلئے کمربستہ ہوتا ہے، اُس کو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی۔ دنیا کے نام کچھ حقیقت اور اثر اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں۔ نام وہی بہتر ہوتے ہیں، جو آسمان پر لکھے جاویں۔ کاغذات کا کیا اثر ہے۔ ایک دن ہوتے ہیں اور ایک وقت ضائع ہوجاتے ہیں، لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہوسکتا۔ اس کا اثر ابدالآباد کیلئے ہوتا ہے، میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہیں جن کو تم میں سے شاید بہت کم جانتے ہوں، لیکن انہوں نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے۔ مثلاً مَیں نظیر کے طور پر کہتا ہوں کہ مرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہیں۔ مَیں نے اُن کا ذکر اس واسطے کیا ہے کہ اس طرح پر بھائیوں میں باہم تعارف بڑھتا ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا صاحب اس وقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کررہا تھا۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اُن کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کیلئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہیں۔ ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہیں اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوشِ محبت سے لبریز ہیں۔

جب تک ایمان قوی نہ ہو کچھ نہیں ہوتا

اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ اعمال کی توفیق رفتہ رفتہ ملتی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک ایمان قوی ہوتا ہے، اسی قدر اعمال میں بھی قوت آتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ قوتِ ایمانی پورے طور پر نشوونما پاجاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے، کیونکہ کوئی امر اس کے سدِّ راہ نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنی عزیز جان تک دینے میں بھی تامّل اور دریغ نہ کرے گا۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 309، 310، مطبوعہ 2018 قادیان)

کبھی اسلام کفر کو کھاتا تھا آج کفر اسلام کو کھا رہا ہے

جب مسلمان ہی اسلام کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اس کا یہ حکم بھی ناقابلِ عمل ہے اور وہ بھی تو اس کا باقی کیا رہ گیا

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے کہ اپنے عیب کو اسلام کی طرف منسوب نہ کریں
عمل تو وہ خود صحیح طور پر نہیں کرتے لیکن نتیجہ کی خرابی کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرتے ہیں

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ ابراہیم آیت نمبر 8 وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّکُمۡ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں ایک عظیم الشان قانون بتایا ہے کہ تمام ترقیات شکر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ شکر کے معنے جیسا کہ حل لغات میں بیان کیا گیا ہے اِحسان ماننا اور محسن کی ثنا کرنا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اسی طرح سے ہوتا ہے کہ انسان اس کی دی ہوئی چیز کو عمدگی کے ساتھ اور برمحل استعمال کرے۔ جب کوئی شخص کسی کی دی ہوی چیز کو استعمال نہ کرے تو اسکی تعریف کرنا صرف لفظی ثناء ہوگی۔ شکر نہ ہوگا۔ شکر کیلئے ضروری ہے کہ صحیح استعمال اور صحیح مصرف بھی ہو۔ یہ قانون تمام ترقیات کا گُر ہے۔ اگر علم کا صحیح استعمال کیا جائے گا تو علم ضرور بڑھے گا۔ آنکھ، ہاتھ، ناک، کان غرض ہر عضو جس کا صحیح استعمال کیا جائے وہ ضرور ترقی پذیر ہوتا ہے۔ یہ ایک عام قانون ہے اس میں ہندو، مسلم یا عیسائی کی کوئی تمیز نہیں۔ مسلمان مال کا صحیح استعمال نہیں کرتے، وہ گِر رہے ہیں مگر ہندو اس کا صحیح استعمال کرنے کی وجہ سے ترقی کررہے ہیں۔

روحانیات کا بھی یہی حال ہے۔ قرآن کریم ہی کو دیکھو مسلمان اس کا صحیح استعمال کرتے تھے تو نہ فلسفہ اور عقلیات اور نہ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ مذاہب اسلام کے مقابلہ کی تاب لاسکے۔ مگر آج وید، تورات اور انجیل ہر ایک اپنے آپ کو آگے آگے پیش کررہا ہے اور دوسری طرف علوم عقلیہ اس پر حملہ آور ہیں۔ کبھی اسلام کفر کو کھاتا تھا آج کفر اسلام کو کھا رہا ہے۔ جب مسلمان ہی اسلام کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اس کا یہ حکم بھی ناقابلِ عمل ہے اور وہ بھی تو اس کا باقی کیا رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ دے کہ اپنے عیب کو اسلام کی طرف منسوب نہ کریں۔ عمل تو وہ خود صحیح طور پر نہیں کرتے لیکن نتیجہ کی خرابی کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، جلد 3، صفحہ 447، مطبوعہ 2010 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(1382) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور ان سے کہا: اللہ تجھے عذابِ قبر سے بچائے رکھے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں عذاب قبر (ضرور) ہوگا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور (اس میں) عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے اپنی روایت میں اتنا بڑھایا: عذابِ قبر حق ہے۔

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الجنائز، مطبوعہ 2006 قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ہم ملائک پر، خدا کی کتابوں پر، احادیثِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، بہشت، دوزخ، عذابِ قبر، تقدیر، حشر اجساد سب پر صدقِ دل سے ایمان لاتے ہیں۔ ہم ایسے امور کی تفاصیل خدا کے حوالے کرتے ہیں کیونکہ محتاط مذہب یہی ہے کہ انسان مجمل پر ایمان لاوے اور تفاصیل کو حوالہ بخدا کردے۔“

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 134، مطبوعہ قادیان، ایڈیشن 2003)

ان احادیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قبر کے عذاب کی نسبت حدیثوں میں بکثرت یہ بیان پایا جاتا ہے کہ ان میں گنہگار ہونے کی حالت میں بچھو ہونگے اور سانپ ہونگے اور آگ ہوگی۔ اگر ظاہر پر ہی ان حدیثوں کو حمل کرنا ہے تو ایسی چند قبریں کھودو اور اُن میں سانپ اور بچھو دکھلاؤ۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 316)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جون 2021ء (مکمل متن)
سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از نبیوں کا سردار)
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
اختتامی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ یو.کے 2012
خلاصہ خطبہ عیدالاضحیٰ حضرت امیر المومنین 2020
وصایا و ذکر خیر | رپورٹ mta کانفرنس 2021
خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب | خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ❁ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

مولوی عبدالحق غزنوی کیلئے پانچ سو روپے کا انعام
اگر کوئی منصف قسم کھالے کہ مباہلہ کے بعد عبدالحق کی ذلّت نہیں ہوئی

گزشتہ شماروں میں ہم نے مولوی عبدالحق غزنوی اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مابین ہونے والے مباہلہ سے متعلق خط و کتابت و اشتہارات کا ذکر کیا تھا نیز 27 مئی 1893 کو بمقام امرتسر ہونے والے مباہلہ کی مختصر رُوداد بیان کی تھی۔ مولوی عبدالحق غزنوی کہتا تھا کہ پیشگوئی کے بعد آتھم کا میعاد کے اندر فوت نہ ہونا اس بات کی نشانی ہے کہ مباہلہ میں اس کی فتح ہوئی اور آتھم کا نہ مرنا مسیح موعود پر مباہلہ کے وبال کا ایک نتیجہ ہے۔ اس نے مباہلہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے لعنت اور ذلت اور خیر و برکت سے محرومی کی دُعا کی تھی۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں یہ بیان فرمایا ہے کہ مباہلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اپنی برکتوں اور رحمتوں اور انعاموں سے نوازا جبکہ عبدالحق پر جا بجا ذلتوں اور لعنتوں کی مار پڑی۔ آپؑ نے عبدالحق کے لئے پانچ سو روپے کا انعام رکھا کہ اگر کوئی منصف یہ قسم کھالے کہ مباہلہ کے بعد عبدالحق کی ذلت نہیں ہوئی۔ آج ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِسی انعامی چیلنج کا ذکر کریں گے جو آپؑ نے مولوی عبدالحق غزنوی کو دیا۔ اس چیلنج کے ضمن میں آپؑ نے چار باتیں بتائیں جن سے کہ یقینی طور پر عبدالحق کی ذلت ہوتی تھی۔ پھر آخر پر آپؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ اِن امور میں عبدالحق کی ذلت نہیں ہوئی بلکہ عزت ہوئی تو مَیں عبدالحق غزنوی کو پانچ سو روپیہ بطور اِنعام دوں گا بشرطیکہ قسم کھانے والا ایک سال تک خدائی عذاب سے بچ جاوے۔ آپ کے ارشادات عالیہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا :

’’اکثر لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ جو عبدالحق غزنوی کیساتھ مباہلہ ہوا تھا اس کا کیا اثر ہوا اور کس فریق کو ذلت ہوئی تو اس کے جواب میں ہم بدیہی وجوہات کے ساتھ ہر ایک پر ظاہر کرتے ہیں کہ عبدالحق اور اس کے گروہ کی ذلت ہوئی کیونکہ اس مباہلہ کے بعد ہر ایک ایسا امر پیدا ہوا کہ جو ہماری عزت کا موجب اور ان کی ذلت کا موجب تھا۔

عبدالحق کی پہلی ذلت کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہوا

(1) **ایک** ان میں سے یہ کہ ہمارے لئے کسوف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور صدہا آدمی اسکو دیکھ کر ہماری جماعت میں داخل ہوئے اور اس کسوف خسوف سے ہم کو خوشی پہنچی اور مخالفوں کو ذلت۔ کیا وہ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ انکا دل چاہتا تھا کہ ایسے موقع پر جو ہم مہدی موعود کا دعویٰ کر رہے ہیں کسوف خسوف ہو جائے؟ اور بلاد عرب میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔ اور پھر جبکہ خلاف مرضی ظاہر ہو گیا تو بے شک ان کے دل دُکھے ہوں گے اور اس میں اپنی ذلت دیکھتے ہوں گے۔

دوسری ذلت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سخت بیمار بیٹا مباہلہ کے بعد شفایاب ہوا

(2) **دوئم**: جب ہم مباہلہ کے لئے گئے تو ہمارا بڑا بیٹا سخت بیمار تھا اور ایک سخت بیماری دامن گیر تھی۔ ہم نے کچھ بھی اس کی پروانہ کی اور اسی حالت میں سفر کیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے مباہلہ کے بعد ہی اس کو شفا بخش دی۔ کیا وہ قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ شفا ان کی مُراد کے موافق ہوئی۔

تیسری ذلت مکفّر مولوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی رسائل کا مقابلہ نہ کر سکے

(3) **سوئم**: یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہم نے اسی پندرہ مہینہ کے اندر تمام مکفّر مولویوں کو ان کی مولویت پرکھنے کی غرض سے بالمقابل عربی رسائل بنانے کیلئے مخاطب کیا تھا تا وہ ذلیل ہوں پس خدا تعالیٰ نے آپ مدد دے کر اس میں ہمیں کامیاب کیا اور پادریوں کی طرح رسالہ نور الحق اور کرامات الصادقین اور سر الخلافہ کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ گئے اور ایسی ذلت ان کو پہنچی کہ کچھ بھی مولویت کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ ہم نے صاف طور پر لکھا تھا کہ اگر ان رسائل کا مقابلہ کر دکھاویں تو چھ ہزار ستائیس روپیہ کا انعام پاویں اور الہام کو جھوٹا ثابت کریں اور ہزار لعنت سے بچیں۔ اب اَے مولوی عبدالحق مکفر المسلمین سچ بتا کہ آپ نے کون سا بالمقابل رسالہ بنایا اور اگر نہیں لکھا تو سچ کہو کہ یہ ذلت کس کو پہنچی ہم کو یا تم کو۔

چوتھی ذلت آتھم کی پیشگوئی سچی ثابت ہوئی

(4) **چوتھی** یہ بڑی بھاری ذلت ہے جو اب آپ کو نصیب ہوئی اور یہ پیشگوئی سچی نکلی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اِن چار ذلتوں اور رسوائیوں اور اِن باتوں کو جو اخیر میں ہم نے اپنی نسبت لکھی ہیں کسی منصف کے سامنے پیش کرو۔ اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ اس سے تمہاری عزت قائم ہوئی ہے اور کوئی داغ نہیں لگا تو ہم قسمًا کہتے ہیں کہ ہم پانسو روپیہ تم کو انعام دیں گے۔ چنانچہ ہم شیخ محمد حسین بٹالوی کو ہی منصف قرار دیتے ہیں اور اس کے پاس ہی یہ روپیہ باضابطہ تحریر لے کر جمع کرا سکتے ہیں۔ صرف اتنا ہوگا کہ وہ کھڑا ہو کر تین مرتبہ یہ تقریر کرے کہ یہ تمام وجوہ جو ذلت کی بیان کی گئی ہیں یہ بالکل صحیح نہیں ہیں اور ان باتوں سے جو بعد مباہلہ ظاہر ہوئیں عبدالحق اور اس کے گروہ کی ذلت نہیں بلکہ عزت ہوئی اور اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو اَے قادر خدا اس کا عذاب میرے پر میری آنکھوں پر میرے جسم پر میری عزت پر میری اولاد پر بہت جلد سال کے اندر وارد کر اور ہم لوگ ہر یک اقرار پر آمین کہیں گے۔ تب اُسی وقت پانچ سو روپیہ شیخ محمد حسین کی ضمانت پر اُن کو دے دیا جائے گا۔ اگر سال کے اندر شیخ محمد حسین بٹالوی ان بلاؤں سے بچ گئے تو وہ روپیہ ان کی ملک ہو جائے گا۔ اگر آپ لوگ اس طریق کو اختیار نہ کریں اور بدگوئی سے باز نہ آویں تو جائے شرم ہے۔ اور یاد رہے کہ مباہلہ کے ایک سال کے اندر ہی خدا تعالیٰ نے برکت پر برکت ہم پر نازل کی۔ اس کی خاص توفیق اور تائید پر عمدہ عمدہ کتابیں تالیف ہوئیں۔ صدہا معارف و دقائق قرآن کھلے۔ اور کتابوں کے چھپنے اور ہمارے سلسلہ کی کاروائیوں کے لئے ہزارہا روپیہ آیا اور ہزارہا نئے لوگ جان و مال فدا کرنے والے ہماری جماعت میں داخل ہوئے۔ پس لازم ہوگا کہ شیخ محمد حسین اپنی قسم کے وقت ان سب باتوں کو جمع کر کے ان کا انکار کریں۔

اَے غزنوی لوگو بہتر تو یہ ہے کہ باز آجاؤ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے لڑائی مت کرو۔ جس چراغ کو وہ آپ ہی روشن کرے تم اس کو بجھا نہیں سکتے۔ پس فولادی قلعہ کے ساتھ ٹکریں مت مارو کہ تمہاری ٹکروں سے قلعہ ہرگز نہیں ٹوٹے گا، آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے ہی سر پاش پاش ہو جائیں گے۔ کیا تمہیں ذرا خوف نہیں کہ مسلمانوں کو کافر بناتے اور کلمہ گوؤں کا بے ایمان نام رکھتے ہو۔ بتلاؤ کہ عملی حالت میں ہم اور تم میں کیا فرق ہے کیا ہم کوئی شرک کا کام کرتے ہیں۔ کیا نمازوں کو چھوڑ دیا یا روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے منکر ہو گئے ہیں یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیا ہے۔ اور کچھ تو بتلاؤ کہ عملی حالت اور اسلام کے ضروری عقائد ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے۔ (انوار الاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 32)

مباہلہ کے بعد بڑے بڑے نشانات کا ظہور اور عظیم الشان تائید و نصرت

مباہلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان تائید و نصرت فرمائی اور آپ کے حق میں بڑے بڑے نشان ظاہر فرمائے۔ آپؑ کی قبولیت و شہرت میں اضافہ ہوا اور مولوی عبدالحق غزنوی کی ذلت و رُسوائی ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

پھر **عبدالحق غزنوی** اُٹھا اور بالمقابل مباہلہ کر کے دُعائیں کیں کہ جو جھوٹا ہے خدا کی اُس پر لعنت ہو برکتوں سے محروم ہو دنیا میں اُس کی قبولیت کا نام ونشان نہ رہے سو تم خود دیکھ لو کہ ان دُعاؤں کا کیا انجام ہوا اور اب وہ کس حالت میں اور ہم کس حالت میں ہیں۔ دیکھو اس مباہلہ کے بعد ہر یک بات میں خدا نے ہماری ترقی کی اور بڑے بڑے نشان ظاہر کئے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی اور ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور جب مباہلہ ہوا تو شاید چالیس 40 آدمی میرے دوست تھے اور آج ستّر ہزار کے قریب اُن کی تعداد ہے اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ اور ایک دنیا کو غلام کی طرح ارادت مند کر دیا اور زمین کے کناروں تک مجھے شہرت دے دی۔ لطف تب ہو کہ اوّل قادیان میں آؤ اور دیکھو کہ ارادت مندوں کا لشکر کس قدر اِس جگہ خیمہ زن ہے اور پھر امرتسر میں عبدالحق غزنوی کو کسی دوکان پر یا بازار میں چلتا ہوا دیکھو کہ کس حالت میں چل رہا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ خدا کی طاقت کھلے کھلے طور پر میری تائید میں آسمان سے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ شناخت نہیں کرتے۔ (نزول المسیح رُوحانی خزائن جلد 18 صفحہ 410)

وہ لعنتیں جو عبدالحق غزنوی پر پڑیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض ایسی لعنتوں کا ذکر فرمایا جو عبدالحق غزنوی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑیں۔ ان کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

پہلی لعنت

یہ کہ عیسائیوں کے حامی بنے اور ایسی بحث میں جو اللہ اور رسول کی سچائی ثابت کرنے کے لئے تھی عیسائیوں کی مدد کی اور ان کے غالب ہونے کا اقرار کیا۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ پادری ہی دجال ہیں۔ پھر جن لوگوں نے دجال کی ہاں کے ساتھ ہاں ملا دی، یہ وہی یہودی ہیں جن کی نسبت صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستر ہزار کے دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔ ساتھ ہونا یہی ہے کہ ان کی بات کا تصدیق کرنا اور حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ وہ یہودی دراصل مسلمان ہوں گے لیکن یہودیوں کی طرح اپنی غلطیوں پر جمیں گے اور ظاہر پرست ہوں گے۔ اس لئے یہودی کہلائیں گے اور حدیثوں کو بنظر تتبع دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودی اس وقت دجال کے تابع ہوں گے جب ایک فتنہ ہوگا اور مسلمانوں کا عیسائیوں کے ساتھ کچھ مقابلہ آپڑے گا۔ عیسائی اپنی شرارت سے کہیں گے کہ ہمیں فتح ہوئی اور مسلمان کہیں گے کہ ہمیں فتح ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے آسمان گواہی

باقی صفحہ نمبر 17 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 11/ جون 2021ء بمطابق 11/ احسان 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

گزشتہ خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے صلح حدیبیہ کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اس حوالے سے یہ بھی ذکر آتا ہے کہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جب بنوبَکْر نے جو قریش کے حلیف تھے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخُزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہتھیاروں اور سواریوں سے بنوبکر کی مدد بھی کی اور صلح حدیبیہ کی شرائط کا پاس نہ کیا تو اس وقت ابوسفیان مدینہ میں آیا اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید چاہی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا لیکن آپؐ نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا ان سے بات کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں لیکن انہوں نے بھی کہا کہ مَیں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر ابوسفیان حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے بات کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں رسول اللہؐ کے پاس تیری سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ایک تنکا بھی ہو تب بھی مَیں اس کے ساتھ تم لوگوں سے جنگ کروں گا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 735 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 115 ذکر فتح مکہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر علی محمد صلابی نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرُّ الظَّہْرَان پہنچے تو ابوسفیان کو اپنے بارے میں فکر ہونے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ نے اسے مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کرلو۔ حضرت عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ابوسفیان سے کہا تیرا بُرا ہو۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں موجود ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان! اس سے بچنے کی کیا ترکیب ہے؟ مَیں نے کہا اللہ کی قسم! اگر وہ تمہیں گرفتار کرلیں تو یقیناً تمہیں قتل کر دیں گے۔ میرے پیچھے خچر پر سوار ہو جاؤ مَیں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہوں اور پھر تمہارے لیے آپؐ سے امان طلب کروں گا۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ مَیں جب بھی مسلمانوں کی آگوں میں سے کسی آگ کے پاس سے گزرتا تو وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ رات کا وقت تھا، آگیں جلی ہوئی تھیں۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر دیکھتے اور یہ کہ مَیں اس پر سوار ہوں تو وہ کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا آپؐ کے خچر پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب مَیں عمر بن خطابؓ کی آگ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا یہ کون ہے؟ اور وہ میرے پاس کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے ابوسفیان کو دیکھا تو کہا ابوسفیان، اللہ کا دشمن! ہر قسم کی تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے بغیر کسی عہد و پیمان کے تجھ پر غلبہ عطا فرمایا ہے۔ پھر حضرت عباسؓ کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یعنی ابوسفیان کو اور حضرت عمرؓ بھی آپؐ کے پاس داخل ہوئے اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن ماردوں۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے اس کو پناہ دی ہے۔ جب حضرت عمرؓ اپنی بات پر اصرار کرتے رہے تو مَیں نے کہا اے عمرؓ! ٹھہرو۔ اللہ کی قسم! اگر اس کا تعلق بنوعَدِی سے ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے اور تم جانتے ہو کہ وہ بنوعَبدِ مَنَاف میں سے ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ اے عباسؓ! ٹھہرو۔ اللہ کی قسم! جب تم نے اسلام قبول کیا تھا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اگر میرا باپ خطاب بھی ایمان لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور مَیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا ایمان لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔ اگر وہ اسلام قبول کرتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباسؓ! ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور صبح لے کر آنا۔

(عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 51 دار المعرفہ بیروت 2007ء)

بہرحال حضرت عمرؓ کا اور حضرت عباسؓ کا یہ مکالمہ ہوتا رہا اور آخر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو یہی کہا کہ اس کو لے جاؤ۔ پناہ میں دے دیا ہے تو لے جاؤ۔ کچھ نہیں کہنا اس کو۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ شعبان سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ایک سریہ میں تیس آدمیوں کے ساتھ تُرَبَہ میں قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ کی طرف روانہ فرمایا۔ تُرَبَہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے جہاں بنوہوازن آباد تھے۔ جب دو دن کی مسافت وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ دو دن کے حوالے سے میری مراد یہ ہے کہ جب دنوں کے حوالے سے کہیں بھی حوالہ آئے، بات ہو۔ تو یہ پرانے زمانے کی سواریاں گھوڑے یا اونٹ تھے ان کے حوالے سے ذکر ہوتا ہے۔ بُرَیْدَہ اسلمی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے میدان میں اترے تو آپؐ نے جھنڈا حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 206 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 75 زیر لفظ تربہ زوار اکیڈمی کراچی 2003)

کتبِ سیرت میں لکھا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے قبل صرف جھنڈے ہوتے تھے۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ بُریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے میدان میں اترے تو آپؐ نے جھنڈا حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔ آگے اس کی کتبِ سیرت میں سے وضاحت ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے، جھنڈے یعنی بڑے پرچم کا اس سے قبل صرف چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سیاہ رنگ کا تھا جو ام المومنین حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس کا نام عُقاب تھا اور آپؐ کا ایک جھنڈا سفید رنگ کا تھا جو آپؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔ ایک جھنڈے کا پہلے ذکر ہوا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا جو امّ المومنینؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ پھر دوسرے جھنڈے کا ذکر ہے جو سفید رنگ کا تھا یہ حضرت علیؓ کو آپؐ نے عطا فرمایا۔ ایک پرچم آپؐ نے حضرت حُبَابُ بن مُنذِرؓ کو اور ایک حضرت سعد بن عُبادہؓ کو عطا فرمایا۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کو دردِ شقیقہ ہو گیا اور آپ باہر تشریف نہ لا سکے۔ اس موقع پر پہلے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا پرچم عطا فرمایا پھر وہی پرچم حضرت عمرؓ کو عطا فرمایا۔ اس روز شدید لڑائی ہوئی تاہم مسلمان قلعہ فتح نہ کر سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اگلے روز وہ پرچم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 120، 124، 125 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مَیں نے ابنِ شہاب زُہری سے دریافت کیا کہ حضورؐ نے خیبر کی کھجوروں کے باغات کس شرط پر یہودیوں کو عطا کیے تھے؟ زُہری نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے بعد خیبر پر فتح حاصل کی تھی اور خیبر مالِ فَے میں سے تھا جو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اس کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھا اور اسے آپؐ نے مسلمانوں میں تقسیم فرمایا اور یہود میں سے جو لوگ لڑائی کے بعد جلاوطنی پر آمادہ ہوتے ہوئے اپنے قلعوں سے نیچے اترے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور بلا کر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ اموال تمہارے سپرد کیے جا سکتے ہیں اس شرط پر کہ تم ان میں کام کرو اور اس کا پھل ہمارے اور تمہارے درمیان تقسیم ہوگا۔ اس جائیداد کا بٹائی پر کام ہو جائے گا اگر تم چاہو تو یہاں رہنا۔ اور میں تم لوگوں کو ٹھہراؤں گا جہاں اللہ تم لوگوں کو ٹھہرائے گا تو یہود نے قبول کرلیا۔ یہود ان میں کام کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رَوَاحہؓ کو بھیجا کرتے تھے کہ وہ ان باغات کے پھل تقسیم کرتے اور یہود کیلئے پھلوں کا اندازہ کرنے میں عدل سے کام لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ اچھا والا پھل اپنے لیے رکھ لیا بلکہ انصاف سے تقسیم ہوتی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دے دی تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی طرح یہود سے معاملہ رکھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدا میں یہی معاملہ رکھا پھر حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بیماری میں آپؐ کی وفات ہوئی تھی اس میں فرمایا تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہ رہیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی تحقیق کی اور جب یہ بات ثابت ہو گئی۔ تب انہوں نے خیبر کے یہود کو لکھا کہ اللہ عزوجل نے تمہاری جلاوطنی کے بارے میں حکم دیا ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہ رہیں گے۔ پس یہود میں سے جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو وہ اسے لے کر میرے پاس آئے تاکہ مَیں اس کیلئے اسے نافذ کر دوں اور جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد نہیں وہ جلاوطنی کیلئے تیاری کر لے۔ اگر کسی نے کوئی عہد لیا ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنے کا کوئی وعدہ کیا تھا تو ٹھیک ہے اس کو مَیں پورا کروں گا لیکن اگر کوئی نہیں تو پھر تمہیں یہ جگہ چھوڑنی ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد نہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ خیبر میں اپنا مال دیکھنے گئے اور وہاں پہنچ کر ہم الگ الگ اپنے اموال کے پاس گئے۔ رات کے وقت مجھ پر حملہ کیا گیا جبکہ مَیں اپنے بستر میں سو رہا تھا۔ میرے بازوؤں کے جوڑ کہنیوں سے اتر گئے۔ جب صبح ہوئی تو میرے دونوں ساتھی چیختے ہوئے میرے پاس آئے اور دونوں نے

پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ مَیں نے کہا مَیں نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں ان دونوں نے میرے بازو درست کیے پھر مجھے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ یہودیوں کا فعل ہے۔ پھر وہ یعنی حضرت عمرؓ لوگوں سے خطاب کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے ان کو نکال دیں گے۔ اب یہود نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر حملہ کیا اور اس کے بازوؤں کے جوڑ نکال دیے جیسا کہ تم تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔ اس سے پہلے انصاری پر بھی ان لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ ہم کو اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ وہ ان کے ہی ساتھی ہیں۔ وہاں ان کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے۔ پس جس کا خیبر میں کوئی مال ہے تو وہ اسے سنبھال لے کیونکہ میں یہود کو نکالنے والا ہوں اور آپؓ نے انہیں نکال دیا۔ عبداللہ بن مُکَنِّف بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے یہود کو خیبر سے نکالا تو خود انصار اور مہاجرین کے ساتھ سوار ہوئے اور حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ اور حضرت یزید بن ثابتؓ بھی ان کے ساتھ نکلے۔ حضرت جبارؓ اہلِ مدینہ کیلئے پھلوں کا اندازہ لگانے والے اور ان کے محاسب تھے۔ ان دونوں نے خیبر کو اس کے اہل کے درمیان اسی تقسیم کے موافق تقسیم کیا جو پہلے سے تھی۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 710 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت حاطبؓ کے حوالے سے ایک عورت کو خط دے کر مکہ روانہ کرنے کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ انہوں نے جب خط دے کر خفیہ طور پر مکہ کے مشرکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادے کے بارے میں خبر بھیجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ہوئی اور حضرت علیؓ کو آپؐ نے بھیجا اور وہ عورت راستے میں پکڑی گئی۔ اس کے بعد جب حاطب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے اپنا عذر پیش کیا اور اپنے ایمان کے بارے میں بتایا کہ ایمان میں میرے کوئی لغزش نہیں ہے بلکہ میرا کامل ایمان ہے۔ حضرت حاطبؓ نے اس کی یقین دہانی کرائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم فرمایا لیکن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے اور تمہیں کیا علم کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جھانک کر دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے اور فرمایا جو چاہو کرو مَیں نے تمہارے گناہوں سے پردہ پوشی کر کے تم سے درگذر کر دیا ہے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ الفتح حدیث 4274)

ایک اَور واقعہ ہے جس کا حضرت عمرؓ سے براہ راست تو تعلق نہیں ہے لیکن ضمناً حضرت عمرؓ کا ذکر آتا ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ جب حنین کا واقعہ ہوا تو مَیں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مشرک شخص سے لڑ رہا ہے اور ایک اَور مشرک ہے جو دھوکا دے کر چپکے سے اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کو مار ڈالے۔ یہ دیکھ کر مَیں اس شخص کی طرف جلدی سے لپکا جو ایک مسلمان پر اس طرح دھوکے سے جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے مارنے کیلئے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مَیں نے اس کے ہاتھ پر وار کر کے اس کو کاٹ ڈالا۔ اسکے بعد اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس زور سے مجھے بھینچا کہ مَیں بے بس ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا وہ ڈھیلا پڑ گیا اور مَیں نے اس کو دھکا دیا اور اس کو مار ڈالا۔ ادھر یہ حال ہوا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ بھاگ گیا۔ پھر مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا لوگوں کو کیا ہوا کہ بھاگ کھڑے ہوئے؟ انہوں نے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ کا منشا۔ پھر لوگ لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مقتول کے متعلق یہ ثبوت پیش کر دے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اسکے قاتل کا ہو گا۔ مَیں اٹھا کہ اپنے مقتول کے متعلق کوئی شہادت ڈھونڈوں مگر کسی کو نہ دیکھا جو میری شہادت دیتا اور مَیں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور مَیں نے اس مقتول کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کرتے ہیں میرے پاس ہیں۔ آپ ان ہتھیاروں کی بجائے ان کو کچھ دے دلا کر راضی کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک معمولی سے شخص کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہا ہو۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے مجھے وہ سامان دلا دیا۔ مَیں نے اس سے کھجوروں کا ایک چھوٹا سا باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں بطور جائیداد پیدا کیا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین حدیث 4322)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو انہوں نے جاہلیت میں مانی ہوئی تھی یعنی اعتکاف بیٹھنے کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نذر پوری کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین حدیث 4320) کہ چاہے وہ جاہلیت کے زمانے کی تھی اسے پورا کرو۔ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ اسلامی تعلیم کے اندر رہتے ہوئے جو بھی شرط ہو سکتی ہے اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

غزوۂ تبوک میں حضرت عمرؓ کا کیا کردار تھا۔ اسکے بارے میں کیا ذکر ملتا ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چندے کی ایک خاص تحریک ہوئی تو اسکے متعلق حضرت عمرؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کریں۔ اس وقت میرے پاس مال تھا۔ مَیں نے کہا اگر مَیں کسی دن حضرت ابوبکرؓ سے سبقت لے جا سکا تو آج لے جاؤں گا تو مَیں اپنا نصف مال لایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اہل کیلئے کیا باقی چھوڑ آئے ہو؟ مَیں نے کہا جتنا لے کے آیا ہوں اتنا ہی چھوڑ کے آیا ہوں۔ اور حضرت ابوبکرؓ سب کچھ جو اُن کے پاس تھا لے آئے۔ مَیں تو نصف لے آیا اور حضرت ابوبکرؓ جو کچھ تھا لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پوچھا۔ اپنے اہل کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا مَیں ان کیلئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے سوچا کہ مَیں آپؓ سے کسی چیز میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکوں گا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الزکاۃ باب فی الرخصۃ فی ذٰلک حدیث 1678)

اس واقعہ کو حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ مجھے خیال آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج مَیں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے مَیں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کیلئے انتہائی مصیبت کا دور تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ابوبکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور مَیں نے سمجھا کہ آج مَیں نے سارا زور لگا کر ابوبکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابوبکرؓ بڑھ گئے۔‘‘ (فضائل القرآن (3)، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے مالوں کا تو کیا ذکر۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کُل گھر بار نثار کیا۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہے ایک سے زیادہ دفعہ ’’حتی کہ سوئی تک کو بھی اپنے گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط وانشراح کے موافق اور عثمانؓ نے اپنی طاقت وحیثیت کے موافق۔ عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسِ عَلٰی قَدْرِ مَرَاتِب۔ تمام صحابہؓ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔‘‘ پھر آگے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت کے بارے میں بات فرماتے ہیں کہ ’’ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد وامداد کے موقعہ پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبتِ دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: 93) جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ جل شانہ کی راہ میں خرچ نہ کرو تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔‘‘ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 40 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا، آپؐ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا ردّ عمل تھا؟ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں کچھ مرد تھے جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آؤ مَیں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے آخری دنوں کی بات ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا جو ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں اور تمہارے پاس قرآن بھی ہے۔ تمہارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اختلاف کیا اور تکرار کی۔ بحث شروع ہو گئی۔ اس پر ان میں سے بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم قریب لے آؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایسی تحریر لکھ دیں جسکے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے اور ان میں سے بعض وہ بات کہہ رہے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دو۔ پھر جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت باتیں کیں یعنی بحث شروع ہو گئی اور اختلاف کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلے جاؤ یہاں سے۔

(صحیح مسلم کتاب الوصیت باب الوصیۃ لمن لیس لہ شیء یوصی فیہ حدیث 4234)

یہ مسلم کی روایت ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بخاری میں بھی ہے۔ وہاں عبید اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کی بیماری نے سخت حملہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس کوئی لکھنے کا سامان لاؤ تا مَیں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم بھولو نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ارد گرد لوگوں کو کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت بیماری نے غلبہ کیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے یعنی قرآن کریم ہے جو ہمارے لیے کافی ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں۔ اس پر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور شور بہت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس جھگڑنا نہیں چاہیے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ باہر چلے گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ بڑا نقصان سارے کا سارا یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے سے روک دیا۔ (صحیح البخاری کتاب العلم باب کتاب العلم حدیث 114)

اس کی تشریح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے جو لکھا ہے۔ اس کا کچھ حصہ بیان کرتا ہوں کہ ’’لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ‘‘ یہ الفاظ جو حدیث میں ہیں ’’...... یہ امر واضح کر دیا ہے کہ آخری وقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی فکر رہی۔ لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ۔ کہ کہیں تم بھول نہ جاؤ۔ تحریر لکھ دوں۔ ضلال کے معنی بھولنا‘‘ بھی ہوتے ہیں ’’بھول کر راہ سے بے راہ ہو جانا‘‘ بھی ہیں۔ ’’...... غَلَبَہُ الْوَجَعُ۔ یعنی آپؐ کو بیماری نے نڈھال کر دیا ہے کہیں تکلیف بڑھ نہ جائے۔‘‘ عمرؓ نے جو بات کی تھی یہ اس کے الفاظ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ’’آپؐ کے فوت ہو جانے کا تو وہم بھی حضرت عمرؓ کو نہیں تھا۔ عِنْدَنَا کِتَابُ اللّٰہِ

حَسْبُنَا۔ حضرت عمرؓ نے ’’جب یہ کہا تھا تو ‘‘ یہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام: 39) ’’یہ سورت انعام میں ہے اور پھر ’’تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: 90) یعنی یہ کتاب ہر بات کو واضح کر کے بیان کرتی ہے۔ ہم نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔‘‘ پھر لکھتے ہیں کہ لَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ۔ یعنی بعض لوگ جن کے جذبات حضرت عمرؓ کی طرح رقیق تھے انہوں نے کہا کہ ایسے وقت میں تکلیف نہیں دینی چاہئے اور بعض نے کہا کہ حکم کی تعمیل کرنی چاہئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تو لے آؤ قلم دوات۔ ’’مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چلے جانے کا حکم دیا‘‘ جب آپس میں بحث شروع ہوگئی ’’اور فرمایا کہ میرے پاس شور نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کتاب اللہ کی عزت کا اس حالتِ بیقراری میں بھی اس قدر پاس تھا کہ حضرت عمرؓ کی بات سننے کے بعد کاغذ، قلم، دوات منگوانے کا ارادہ نہیں فرمایا جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں سے معلوم ہوگا کہ آپؐ اس واقعہ کے بعد بھی چند روز زندہ رہے اور اس دن کچھ اَور وصیتیں بھی کی ہیں مگر اس خیال کا اعادہ نہیں فرمایا‘‘ یعنی اس بات کو دوبارہ نہیں فرمایا ’’ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن احکام کے لکھوانے کی ضرورت سمجھی تھی وہ کتاب اللہ میں موجود تھے۔ گویا کہ قرآن مجید سے چمٹے رہنے کی تاکید فرمانا چاہتے تھے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور خاموش ہو رہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کی پروا نام نہاد علماء کو نہیں ہوتی۔‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کا یہ ادب تھا جس کی پروا نام نہاد علماء کو نہیں ہوتی۔ شاہ صاحب آگے لکھتے ہیں۔ ’’ایک رائے کا جو اظہار کر بیٹھیں تو پھر وہ اسے وحی الٰہی کی طرح سمجھتے ہیں۔‘‘ پھر لکھتے ہیں کہ ’’ہمیں اس پاکیزہ نمونہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہئے‘‘ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ نمونہ تھا۔ ’’کتاب اللہ کے سامنے سب دوسری باتیں کالعدم ہیں۔‘‘ (صحیح البخاری کتاب العلم باب کتاب العلم حدیث 114 مترجم از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ جلد 1 صفحہ 190 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

عروہ بن زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ اس وقت سُنح میں تھے۔ سُنح بھی مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔ اسماعیل نے کہا یعنی مضافات میں تھے۔ جب وفات کی خبر سنی تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ تو باہر مضافات میں گئے ہوئے تھے لیکن جب وفات کی خبر ہوئی تو یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے بخدا! میرے دل میں یہی بات آئی تھی۔ اور انہوں نے کہا یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے۔ حضرت عمرؓ یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا۔ آپؐ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک وصاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ابوبکرؓ باہر چلے گئے یعنی لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ اے قسم کھانے والے ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا اور فرمایا قسم کھانے والے ٹھہر جا۔ جب حضرت ابوبکرؓ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا کہ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ کہ دیکھو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یقیناً فوت ہوگئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: 31) کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (آل عمران: 145) کہ محمد صرف اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ سلیمان کہتے تھے یہ سن کر لوگ اتنے روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3667، 3668)

(فرہنگ سیرت صفحہ 157 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اردو بازار کراچی 2003ء)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے وہ آیت پڑھی جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی۔ گویا تمام لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ پھر لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی میں نے سنا یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ زُہری کہتے تھے سعید بن مُسَیَّب نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قَسم! جونہی کہ مَیں نے ابوبکر کو یہ آیت پڑھتے سنا مَیں اس قدر گھبرایا کہ دہشت کے مارے میرے پاؤں مجھے سنبھال نہ سکے اور مَیں زمین پر گر گیا۔ جب مَیں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا تو مَیں نے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ حدیث 4454)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ عربی کے الفاظ بھی حدیث میں آپؑ نے quote فرمائے ہیں تو اس کے بجائے مَیں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔ الفاظ تو جب چھپے گا اس میں آ جائیں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں جو اَصَحُّ الکتب کہلاتی ہے مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَ عُمَرُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَا عُمَرُ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَّجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ قَالَ اللّٰهُ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اِلَى الشّٰكِرِيْنَ۔ وَقَالَ وَاللّٰهِ كَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا يَتْلُوْهَا اَنَّ عُمَرَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا يُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حَتّٰى سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ۔ یعنی۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ نکلا (یعنی بروز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور عمرؓ لوگوں سے کچھ باتیں کر رہا تھا (یعنی کہہ رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں) پس ابوبکرؓ نے کہا اے عمرؓ! بیٹھ جا۔ مگر عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا۔ پس لوگ ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوگئے اور عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ پس ابوبکرؓ نے کہا کہ بعد حمد وصلوٰۃ واضح ہو کہ جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہے اس کو معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہوگئے اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا ہے تو خدا زندہ ہے جو نہیں مرے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دلیل یہ ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے تمام رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں یعنی مر چکے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ نے اَلشّٰكِرِيْنَ تک یہ آیت پڑھ کر سنائی۔‘‘ پھر آپ لکھتے ہیں کہ ’’کہا راوی نے پس بخدا گویا لوگ اس سے بے خبر تھے کہ یہ آیت بھی خدا نے نازل کی ہے اور ابوبکرؓ کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگا۔ پس اس آیت کو تمام صحابہؓ نے ابوبکرؓ سے سیکھ لیا اور کوئی بھی صحابی یا غیر صحابی باقی نہ رہا جو اِس آیت کو پڑھتا نہ تھا اور عمرؓ نے کہا کہ بخدا میں نے یہ آیت ابوبکرؓ سے ہی سنی جب اس نے پڑھی۔ پس میں اسکے سننے سے ایسا بے حواس اور زخمی ہو گیا ہوں کہ میرے پیر مجھے اٹھا نہیں سکتے اور میں اس وقت سے زمین پر گرا جاتا ہوں جب سے کہ میں نے یہ آیت پڑھتے سنا اور یہ کلمہ کہتے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’اور اس جگہ قَسْطَلَانِی شرح بخاری کی یہ عبارت ہے۔ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ يَقُوْلُ لَهُمْ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَا يَمُوْتُ حَتّٰى يَقْتُلَ الْمُنَافِقِيْنَ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور جب تک منافقوں کو قتل نہ کرلیں فوت نہیں ہوں گے۔‘‘ پھر آپؑ فرماتے ہیں ’’اور مِلَل وَ نِحَل شہرستانی میں اس قصہ کے متعلق یہ عبارت ہے۔ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ قَالَ اَنَّ مُحَمَّدًا مَاتَ فَقَتَلْتُهُ بِسَيْفِيْ هٰذَا۔ وَاِنَّمَا رُفِعَ اِلَى السَّمَآءِ كَمَا رُفِعَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ قُحَافَةَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اِلٰهَ مُحَمَّدٍ فَاِنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران: 145) فَرَجَعَ الْقَوْمُ اِلٰى قَوْلِهٖ۔

اس کا ’’......ترجمہ یہ ہے کہ عمر خطاب کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو میں اپنی اِسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم اٹھائے گئے اور ابوبکرؓ نے کہا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو وہ تو ضرور فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے۔ نہیں مرے گا یعنی ایک خدا ہی میں یہ صفت ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ ہے اور باقی تمام نوع انسان وحیوان پہلے اس سے مر جاتے ہیں کہ ان کی نسبت خلود کا گمان ہو۔‘‘ ہمیشہ رہنے کا گمان بھی ہو۔ وہ اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ ’’اور پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول ہیں اور سب رسول دنیا سے گذر گئے۔ کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ تب لوگوں نے اس آیت کو سن کر اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اب سوچو کہ حضرت ابوبکرؓ کا اگر قرآن سے یہ استدلال نہیں تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں اور نیز اگر یہ استدلال صریح اور قَطْعِيَّةُ الدَّلَالَتْ نہیں تھا تو وہ صحابہ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے۔‘‘ یعنی وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلیل دے رہے ہیں اور بتانے والے کو بتا رہے ہیں کہ صحابہؓ جو بقول آپ کے ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے، ’’محض ظنی اور شکی امر پر کیونکر قائل ہو گئے اور کیوں یہ حجت پیش نہ کی کہ یا حضرت! یہ آپ کی دلیل ناتمام ہے اور کوئی نص قطعیۃ الدلالت آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کیا آپ اب تک اِس سے بے خبر ہیں کہ قرآن ہی آیت رَافِعُكَ اِلَيَّ میں حضرت مسیح کا بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِي آسمان پر جانا بیان فرماتا ہے۔ کیا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بھی آپ نے نہیں سنا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر جانا آپ کے نزدیک کیوں مُسْتَبْعَدْ ہے بلکہ صحابہ نے جو مذاقِ قرآن سے واقف تھے آیت کو سن کر اور لفظ خَلَتْ کی تشریح فقرہ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ میں پا کر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا۔ ہاں ان کے دل آنحضرتؐ کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چُور ہو گئے اور ان کی جان گھٹ گئی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کے سننے کے بعد میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ میرے جسم کو میرے پیر اٹھا نہیں سکتے اور مَیں زمین پر گرا جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے سعید اور وَقَّافٌ عِنْدَ الْقُرْآن تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آ گیا کہ تمام گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور

کچھ نہ کہا۔‘‘ (تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 579 تا 583)

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جو شخص حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کلمہ منہ پر لائے گا کہ وہ مر گئے ہیں تو مَیں اس کو اپنی اسی تلوار سے قتل کر دوں گا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اپنے کسی خیال کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر بہت غلو ہو گیا تھا اور وہ اس کلمہ کو جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مر گئے، کلمہ کفر اور ارتداد سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ ہزار ہا نیک اجر حضرت ابوبکر کو بخشے کہ جلد تر انہوں نے اس فتنہ کو فرو کر دیا اور نص صریح کو پیش کر کے بتلا دیا کہ گزشتہ تمام نبی مر گئے ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی وغیرہ کو قتل کیا۔ درحقیقت اس تصریح سے بھی بہت سے فیج اعوج کے کذّابوں کو تمام صحابہ کے اجماع سے قتل کر دیا۔‘‘ یعنی جس طرح وہ جھوٹا قتل کیا اسی طرح یہ جو ایک نظریہ تھا اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ’’گویا چار کذاب نہیں بلکہ پانچ کذاب مارے۔‘‘ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’یا الٰہی ان کی جان پر کروڑ ہا رحمتیں نازل کر۔ آمین۔ اگر اِس جگہ خَلَتْ کے یہ معنے کئے جائیں کہ بعض نبی زندہ آسمان پر جا بیٹھے ہیں تب تو اِس صورت میں حضرت عمرؓ حق بجانب ٹھہرتے ہیں اور یہ آیت ان کو مضر نہیں بلکہ ان کی مؤید ٹھہرتی ہے۔ لیکن اس آیت کا اگلا فقرہ جو بطور تشریح ہے یعنی اَفَائِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ (اٰل عمران: 145) جس پر حضرت ابوبکرؓ کی نظر جا پڑی ظاہر کر رہا ہے کہ اس آیت کے یہ معنے لینا کہ تمام نبی گذر گئے گو مر کر گذر گئے یا زندہ ہی گذر گئے یہ دجل اور تحریف اور خدا کی منشاء کے برخلاف ایک عظیم افترا ہے اور ایسے افترا عمداً کرنے والے جو عدالت کے دن سے نہیں ڈرتے اور خدا کی اپنی تشریح کے برخلاف الٹے معنے کرتے ہیں وہ بلا شبہ ابدی لعنت کے نیچے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک اِس آیت کا علم نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ بھی اسی غلط خیال میں مبتلا تھے اور اس سہو و نسیان میں گرفتار تھے جو مقتضائے بشریت ہے اور ان کے دل میں تھا کہ بعض نبی اب تک زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے۔ پھر کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مانند نہ ہوں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے تمام آیت پڑھ کر اور اَفَائِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ سنا کر دلوں میں بٹھا دیا کہ خَلَتۡ کے معنے دو قسم میں ہی محصور ہیں۔ 1۔ حَتۡفِ اَنۡف سے مرنا یعنی طبعی موت‘‘ مرنا اور ’’2۔ مارے جانا۔ تب مخالفوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور تمام صحابہ اِس کلمہ پر متفق ہو گئے کہ گزشتہ نبی سب مر گئے ہیں اور فقرہ اَفَائِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ۔ کا بڑا ہی اثر پڑا اور سب نے اپنے مخالفانہ خیالات سے رجوع کر لیا۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔‘‘

(تحفہ غزنویہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 581-582 حاشیہ) یہ تحفہ غزنویہ میں آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔

پھر ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’تمام صحابہؓ کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وفات پر یہ ہوئی ہے کہ سب نبی مر گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ ابھی نہیں مرے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے ہیں مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھتے ہیں کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ۔ اب اس موقعہ پر جو ایک قیامت ہی کا میدان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور کل صحابہؓ جمع ہیں۔ یہاں تک کہ اسامہ کا لشکر بھی روانہ نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر حضرت ابوبکرؓ بآواز بلند کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور اس پر استدلال کرتے ہیں مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ سے۔ اب اگر صحابہؓ کے وہم گمان میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہوتی تو ضرور بول اٹھتے مگر سب خاموش ہو گئے اور بازاروں میں یہ آیت پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ گویا یہ آیت آج اتری ہے۔ معاذ اللہ صحابہؓ منافق نہ تھے جو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رعب میں آ کر خاموش ہو رہے اور حضرت ابوبکرؓ کی تردید نہ کی۔ نہیں اصل بات یہی تھی جو حضرت ابوبکرؓ نے بیان کی۔ اس لئے سب نے گردن جھکا لی۔ یہ ہے اجماع صحابہؓ کا۔ حضرت عمرؓ بھی تو یہی کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر آئیں گے۔ اگر یہ استدلال کامل نہ ہوتا (اور کامل تب ہی ہوتا کہ کسی قسم کا استثناء نہ ہوتا کیونکہ اگر حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر چلے گئے تھے اور انہوں نے پھر آنا تھا تو پھر یہ استدلال کیا یہ تو ایک مسخری ہوتی) تو خود حضرت عمرؓ ہی تردید کرتے۔‘‘ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 440-441)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو مختلف جگہوں پر بار بار بیان کیا ہے۔ مَیں نے جو مختلف واقعات بیان کیے ہیں تو وہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بیٹھا تصور کرتے ہیں ان کے دماغ سے یہ خیال نکالا جائے کہ کوئی بشر بھی زندہ آسمان پر نہیں گیا اور نہ جا سکتا ہے اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ میں ان کے ساتھ جا رہا تھا اور اپنے کسی کام کے واسطے جاتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا تھا اور میرے سوا اور کوئی ان کے ساتھ نہ تھا اور وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے اور اپنے پیروں کی پچھلی طرف کوڑا مارتے جاتے تھے۔ پس یکا یک میری طرف مڑ کر کہنے لگے۔ اے ابن عباسؓ! کیا تم جانتے ہو کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے مَیں نے وہ بات کیوں کہی تھی (یعنی حضور کا وصال نہیں ہوا ہے اور جو ایسا کہے گا اسے مَیں تلوار سے ماروں گا۔) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا: اے امیر المومنین! مَیں نہیں جانتا۔ آپؓ، (حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ) ہی واقف ہوں گے۔ (یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ آپ ہی واقف ہوں گے کہ کیوں کہی تھی) حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم! اس کا باعث یہ تھا کہ میں اس آیت کو پڑھا کرتا تھا کہ وَ كَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا (البقرہ: 144) اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسطی امت بنا دیا تا کہ تم لوگوں پر نگران ہو جاؤ اور رسول تم پر نگران ہو جائے۔) اور اللہ کی قسم! مَیں یہ سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں زندہ رہ کر ان کے اعمال کے گواہ ہوں گے۔ پس اس سبب سے مَیں نے اس روز وہ گفتگو کی تھی جو مَیں نے کی تھی۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 901 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں بخاری میں جو ذکر ملتا ہے وہ پہلے بھی بیان ہوا ہے۔ دوبارہ مَیں بیان کرتا ہوں کہ انصار بَنِی سَاعِدَہ کے گھر حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابوعُبَیدہ بن جَراحؓ ان کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ بولنے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خاموش کیا۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! مَیں نے جو بولنا چاہا تھا تو اس لیے کہ مَیں نے ایسی تقریر تیار کی تھی جو مجھے بہت پسند آتی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اس تک نہ پہنچ سکیں گے یعنی ویسا نہیں بول سکیں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی اور ایسی تقریر کی جو بلاغت میں تمام لوگوں کی تقریروں سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر کے اثنا میں کہا کہ ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو۔ انصار کو کہا تم وزیر ہو۔ حُبَاب بن مُنذِر نے یہ سن کر کہا ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں بلکہ امیر ہم ہیں اور تم وزیر ہو کیونکہ یہ قریش لوگ (بلحاظ نسب) تمام عربوں سے اعلیٰ ہیں اور بلحاظِ حَسَب وہ قدیمی عرب ہیں۔ اس لیے عمرؓ یا ابوعبیدہؓ کی بیعت کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا کہ ہم تو آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپؓ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ (صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3668)

جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ ہماری بیعت لیں اور ساتھ ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور عرض کی کہ اے ابوبکرؓ! آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ آپؓ نماز پڑھایا کریں۔ پس آپ ہی خلیفۃ اللہ ہیں۔ ہم آپؓ کی بیعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔

مرتدین کے فتنہ کے بارے میں سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مسلمانوں کے مصائب بڑھ گئے۔ ابن اسحاق یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مجھے وہ روایت پہنچی۔ آپؓ کہتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو عرب مرتد ہو گئے اور یہود و نصاریٰ اٹھ کھڑے ہوئے اور نفاق ظاہر ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 903 باب تکفینہ ودفنہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جس نے کفر کرنا تھا کفر کیا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپؓ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کریں یعنی جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کرنے والے ہیں ان سے لڑنا نہیں ہے اور جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کرے گا وہ مجھ سے اپنا مال اور جان بچا لے گا سوائے کسی حق کی بنا پر اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! جو بھی نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا مَیں اس سے لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اور اگر انہوں نے مجھے ایک گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو اس کے نہ دینے پر بھی ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پھر مَیں نے دیکھا کہ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کا لڑائی کیلئے سینہ کھول دیا تو مَیں سمجھ گیا کہ یہ حق ہی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ، حدیث 7284، 7285)

حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہ کو بعض ہدایات فرمائیں۔ حضرت اسامہؓ سوار تھے اور حضرت ابوبکرؓ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے درخواست کی

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (سورۃ المائدہ: 2)

ترجمہ: اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! عہدوں کو پورا کرو

طالب دُعا: نور الہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ (سورۃ المائدہ: 3)

ترجمہ: اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو

طالب دعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

روحانی اور انتظامی لحاظ سے ایم ٹی اے خلیفۂ وقت کی آواز کو دنیا تک پہنچانے کیلئے مؤثر کردار ادا کر رہا ہے

گزشتہ اٹھارہ ماہ کے دوران جبکہ دنیا پریشانیوں میں گھری رہی ہے ہم نے ایم ٹی اے کے ذریعہ اللہ کے فضلوں کو نازل ہوتے دیکھا

(سہ روزہ ایم.ٹی.اے.انٹرنیشنل کانفرنس 2021 سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز خطاب)

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 27/جون 2021 کو ہندوستانی وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے پانچ بجے شام ایم.ٹی.اے انٹرنیشنل کانفرنس 2021ء کی اختتامی تقریب سے خطاب فرمایا، جو پوری دُنیا میں لائیو دیکھا اور سنا گیا۔ کانفرنس کا آغاز 25/جون بروز جمعۃ المبارک برطانیہ میں ہوا تھا اور 27/جون کو اس کی اختتامی تقریب تھی جس میں تلاوت قرآن کریم مکرم باسل بٹ صاحب نے کی اور نظم مکرم عمر شریف صاحب نے خوش الحانی سے پڑھی۔ اس کے بعد مکرم منیر الدین شمس صاحب، مینیجنگ ڈائریکٹر ایم ٹی اے انٹرنیشنل نے کانفرنس کی رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ ایم ٹی اے کا جب آغاز ہوا تو اس وقت سٹوڈیو کے طور پر صرف 10x10 کا ایک کمرہ تھا اور وسائل بہت محدود اور معمولی تھے لیکن الحمد للہ کہ اب دُنیا کے مختلف ممالک میں اعلیٰ قسم کے سٹوڈیوز اور براڈ کاسٹنگ کی جدید سہولیات موجود ہیں۔ کانفرنس میں کل 30 ملکوں سے ایم.ٹی.اے کی ٹیمز نے آن لائن شرکت کی۔

اسکے بعد حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات کی تمام دنیا میں اشاعت کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس مشن کے پورا کرنے کے سامان فرمائے۔ آپؑ نے پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ کی سکیم تیار فرمائی اور چونکہ وہ اخبارات و رسائل یعنی پرنٹ میڈیا کا دور تھا، آپؑ نے اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اس ذریعہ کو خوب استعمال فرمایا اور حضورؑ کے مضامین بہت تواتر سے اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔

حضورؑ کے وصال کے بعد خلافتِ احمدیہ کا بابرکت دور شروع ہوا۔ خلافت نے بھی اسلام کی تبلیغ کو دنیا میں پھیلانے کے اس مشن کو جاری رکھا۔ مختلف ممالک میں مبلغین سلسلہ وقتاً فوقتاً غیروں کے ریڈیو پروگرامز کے ذریعے کسی حد تک احمدیت کے پیغام کو پھیلانے کا کام کرتے تھے لیکن اب اللہ کے فضل سے ہم آج کے دور میں اسلام کا پیغام اپنے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے پھیلانے کی توفیق پا رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا چینل کھولنے کی توفیق دی تو اس بات کا سامان بھی مہیا فرما دیا کہ سیٹلائیٹ کے ذریعے وہ چینل پوری دنیا میں پہنچ سکے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ کے پورے ہونے کی نشانی ہے۔ آج دنیا بھر میں ایم ٹی اے کے 19 سٹوڈیوز خلیفۃ المسیح کے زیرِ ہدایت اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ برطانیہ کے علاوہ قادیان، گھانا، جرمنی، امریکہ، ماریشس، یوگنڈا، کینیڈا سمیت کئی ممالک میں یہ سٹوڈیوز قائم ہو چکے ہیں۔ اللہ کے فضل سے قادیان اور عبدالوہاب سٹوڈیوز گھانا سمیت متعدد سٹوڈیوز سے لائیو پروگرامز نشر کیے جا رہے ہیں۔ جرمنی سے جرمن زبان میں بھی پروگرامز ہو رہے ہیں۔ فرنچ، ترکش، سواحیلی نیز دیگر زبانوں میں بھی پروگرام تیار ہو رہے ہیں اور پوری دنیا میں نشر کیے جا رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ جب ایم ٹی اے کا ایک چینل ہوتا تھا لیکن اب اللہ کے فضل سے ایم ٹی اے کے متعدد چینلز اپنی نشریات نشر کر رہے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ گزشتہ اٹھارہ ماہ کے دوران جبکہ دنیا پریشانیوں میں گھری رہی ہے ہم نے ایم ٹی اے کے ذریعہ اللہ کے فضلوں کو نازل ہوتے دیکھا۔ میں اس عرصے میں دورہ جات نہ کر سکا لیکن ورچوئل ملاقاتوں کے ذریعہ جو کہ نئے انداز کی ملاقات ہے میں دنیا کے مختلف ممالک کے ممبرانِ جماعت اور عہدیداران سے براہِ راست ملاقات کر لیتا ہوں۔ لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ وہ ان پروگرامز سے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

الغرض روحانی اور انتظامی لحاظ سے ایم ٹی اے خلیفۂ وقت کی آواز کو دنیا تک پہنچانے کے لیے مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ خلافت اور احمدیوں کا تعلق مضبوط کر رہا ہے۔ اس کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک، مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات اور خلیفۂ وقت کی ہدایات دنیا میں بسنے والے تمام احمدیوں تک پہنچ رہی ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: ایم ٹی اے کے کارکنان دعاؤں کے مستحق ہیں جو بڑے جوش جذبے اور محنت کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں بھی آپ کارکنان کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے تعلیمات کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق دے۔ خطاب کے بعد حضور انور نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد حضور انور نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا اور تقریب کا اختتام ہوا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کے دوران دُنیا بھر کے ممالک سے ایم ٹی اے کیلئے کام کرنے والے خدمتگاران کو لائیو دکھایا جا رہا تھا جو اپنے اپنے سٹوڈیو میں بیٹھے حضور انور کا خطاب سُن رہے تھے۔ یہ نظارہ بہت ہی فرحت بخش اور روح افزا تھا۔ ادارہ بدر ایم ٹی اے انٹرنیشنل کو اس کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(بشکریہ ویب سائٹ الفضل انٹرنیشنل لندن)

......☆......☆......☆......

کہ آپؓ سوار ہوں وگرنہ مَیں بھی سواری سے اتر جاؤں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم نہ اترو اور اللہ کی قسم! مَیں سوار نہیں ہوں گا۔ فرمایا: اور مجھے کیا ہوا ہے کہ مَیں اپنے پاؤں کو کچھ دیر اللہ کے راستے میں غبار آلود نہ کروں کیونکہ غازی کے ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا ہے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ سات سو درجات بلند ہوتے ہیں اور اس کی سات سو خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔ ہدایت دینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو عمرؓ کے ذریعہ میری مدد کرو۔ یعنی حضرت اسامہؓ سے عمرؓ کو اپنے پاس روکنے کی اجازت چاہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اس لشکر میں شامل فرمایا تھا۔ تو حضرت اسامہؓ نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 246، ذکر أول أمر أبی بکر فی خلافتہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جنگِ یمامہ میں ستّر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو اس بارے میں حضرت زَید بِن ثابِت انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ کو جب یمامہ کے لوگ شہید کیے گئے بلا بھیجا اور اس وقت ان کے پاس حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اَور لڑائیوں میں بھی قاری نہ مارے جائیں اور اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ تم قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو اور میری رائے یہ ہے کہ آپؓ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: مَیں نے عمرؓ سے کہا کہ مَیں ایسی بات کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی؟ عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! آپؓ کا یہ کام اچھا ہے۔ عمرؓ مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کیلئے میرا سینہ کھول دیا اور اب مَیں بھی وہی مناسب سمجھتا ہوں جو عمرؓ نے مناسب سمجھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا اور اس وقت حضرت عمرؓ اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خاموش بیٹھے تھے، بات نہیں کرتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم جوان عقلمند آدمی ہو اور ہم تم پر کوئی بدگمانی نہیں کرتے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وحی لکھا کرتے تھے۔ اس لیے قرآن جہاں جہاں ہو تلاش کرو اور اس کو لے کر ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں اور اللہ کی قسم! اگر وہ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا مجھے مکلف کرتے تو مجھ پر یہ کام اتنا بوجھل نہ ہوتا جتنا کہ یہ کام جس کے کرنے کیلئے انہوں نے مجھے حکم دیا یعنی قرآن کریم جمع کرنا۔ مَیں نے کہا آپؓ دونوں وہ کام کیسے کرتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ اچھا کام ہے۔ مَیں ان سے بار بار کہتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس امر کیلئے کھول دیا جس کیلئے اللہ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سینہ کھولا تھا۔ مَیں کھڑا ہو گیا اور قرآن مجید کی تلاش کرنے لگا۔ اسے چمڑے کے پرچوں اور کندھے کی ہڈیوں اور کھجوروں کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مَیں نے سورۂ توبہ کی دو آیتیں حضرت خُزَیمہ اَنصاریؓ کے پاس پائیں۔ وہ ان کے سوا مَیں نے کسی کے پاس نہ پائیں اور وہ یہ ہیں لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (التوبۃ: 128) یعنی یقیناً تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے۔ مومنوں کیلئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حدیث میں صرف اس آیت کا ذکر ہے ویسے دو آیات لکھا ہوا ہے شاید اگلی آیت بھی ہو۔

پھر روایت ہے کہ وہ ورق جس پہ قرآن مجید جمع کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات دے دی۔ پھر حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔ پھر بعد میں ان سے بھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ نے لے لیے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم حدیث 4679)

ابھی یہ ذکر چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ذکر ہوگا۔ ......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

راستوں پر مجالس لگانے سے اجتناب کرو اور اگر مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو پھر راستوں کے حقوق ادا کرو جو یہ ہیں کہ آنکھیں جھکا کر رکھو، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹاؤ، سلام کا جواب دو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اور سائل کی راہنمائی کرو اور اچھی باتیں کرو (صحیح مسلم، کتاب السلام)

طالب دعا : اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے اپنے صالح بندوں کیلئے جو کچھ تیار کیا ہے وہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ السجدہ، حدیث 4406)

طالب دُعا : نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

نبیوں کا سردار ﷺ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وفات یافتوں کے متعلق آپ کا عمل

آپ ہمیشہ یہ بھی نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ مرنے والے کو وصیت کر دینی چاہئے تا کہ اس کے رشتہ داروں کو بعد میں تکلیف نہ پہنچے۔

مرنے والوں کے متعلق آپ کی یہ بھی ہدایت تھی کہ جب کوئی شخص شہر میں مرجائے تو لوگوں کو اس کی بُرائیاں کبھی بیان نہیں کرنی چاہئیں بلکہ اُس کی خیر کی باتیں کرنی چاہئیں کیونکہ اس کی بُرائی بیان کرنے میں کوئی فائدہ نہیں لیکن اس کی نیکی بیان کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کیلئے دعا کی تحریک پیدا ہوگی۔

آپ اِس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ جو لوگ مر جائیں اُن کے قرض جلد سے جلد ادا کئے جاویں۔ چنانچہ جب کوئی شخص مرجاتا اور اُس پر قرض ہوتا تو آپ یا تو خود اُسکا قرض ادا کر دیتے اور اگر آپ میں اسکی توفیق نہ ہوتی تو اسکے رشتہ داروں میں تحریک کرتے اور اسکا جنازہ اُس وقت تک نہیں پڑھتے تھے جب تک اُسکا قرض ادا نہ کر دیا جاتا۔

ہمسایوں سے حسنِ سلوک

ہمسایوں کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت ہی اچھا ہوتا تھا آپ فرمایا کرتے تھے جبریل مجھے بار بار ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال آتا ہے کہ ہمسائے کو شاید وارث ہی قرار دیا جائے گا۔

حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوذر! جب کبھی شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈال لیا کرو اور اپنے ہمسایوں کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ دوسری چیزیں دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ عرب بدوی تھے اور اُن کا بہترین کھانا شوربا ہوتا تھا آپ نے ہمسایہ کی امداد کے خیال سے اسی کھانے کی نسبت فرمایا کہ اپنے مزے کا خیال نہ کرو اس کا خیال کرو کہ تمہارا ہمسایہ تمہارے کھانے میں شریک ہو سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ ہرگز مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ ہرگز مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ ہرگز مؤمن نہیں، صحابہ ؓ نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! کون مؤمن نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ جس کے ہمسایہ اُسکے ضرر اور اُسکی بدسلوکی سے محفوظ نہیں۔

عورتوں کو بھی آپ نصیحت فرمایا کرتے کہ اپنی ہمسایوں کا خیال رکھا کرو۔ ایک دفعہ آپ عورتوں میں وعظ میں فرما رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اگر بکری کا ایک پایہ بھی کسی کو ملے تو اس میں وہ اپنے ہمسایہ کا حق رکھے۔

آپ ہمیشہ صحابہ ؓ کو نصیحت کرتے تھے کہ اگر تمہارا ہمسایہ تمہاری دیوار میں میخ وغیرہ گاڑتا ہے یا تمہاری دیوار سے کوئی ایسا کام لیتا ہے جس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں تو اُسے روکا نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، جو کوئی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو دُکھ نہ دے۔ جو کوئی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کو دکھ نہ دے اور جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ یا تو نیک بات کہے یا خاموش رہے۔

ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

دنیا میں اکثر لوگ جب بالغ ہو جاتے ہیں اور بیوی بچوں کے فکر اُنہیں لگ جاتے ہیں تو ماں باپ سے حسنِ سلوک میں کمزوری دکھانے لگ جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ اِس نقص کو دور کرنے کیلئے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو بار بار واضح فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے کہا پھر؟ آپ نے فرمایا۔ پھر بھی تیری ماں۔ اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! اِسکے بعد؟ آپ نے فرمایا۔ اسکے بعد بھی تیری ماں۔ اُس نے چوتھی دفعہ کہا یَارَسُوْلَ اللہ! اسکے بعد؟ تو آپ نے فرمایا۔ پھر تیرا باپ۔ پھر جو اسکے بعد رشتہ دار ہوں پھر جو ان کے بعد رشتہ دار ہوں؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ تو آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے، بیویوں کے بزرگ موجود تھے اور آپ ہمیشہ اُن کا ادب کرتے تھے۔ جب فتح مکہ کے موقع پر آپ ایک فاتح جرنیل کے طور پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر ؓ اپنے باپ کو آپ کی ملاقات کیلئے لائے۔ اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر ؓ سے کہا۔ آپ نے ان کو کیوں تکلیف دی میں خود اِن کے پاس حاضر ہوتا۔

آپ ہمیشہ اپنے صحابہ ؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے بوڑھے ماں باپ کا زمانہ پائے اور پھر بھی جنت کا مستحق نہ ہو سکے، تو وہ بڑا ہی بدبخت ہے۔ مطلب یہ کہ بوڑھے ماں باپ کی خدمت انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا اتنا وارث بنا دیتی ہے کہ جس کو اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کا موقع مل جائے وہ ضرور نیکی میں مستحکم اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ایک شخص نے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یَارَسُوْلَ اللہ! میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں اُن سے نیک سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے ترش روئی سے پیش آتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر تو تمہاری خوش قسمتی ہے کیونکہ خدا کی مدد تمہیں ہمیشہ حاصل رہے گی۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ و خیرات کی نصیحت فرما رہے تھے تو آپ کے ایک صحابی ابوطلحہ ؓ انصاری آئے اور اُنہوں نے اپنا ایک باغ صدقہ کے طور پر وقف کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا بہت عمدہ صدقہ ہے بہت اچھا صدقہ ہے۔ بہت اچھا صدقہ ہے۔ پھر فرمایا۔ لو اب تو تم اسے وقف کر چکے۔ اب میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دو۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اُس نے کہا۔ یَارَسُوْلَ اللہ! میں آپ سے ہجرت کی بیعت کرتا ہوں اور آپ سے خدا کے رستہ میں جہاد کرنے کی بیعت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں میرا خدا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اُس نے کہا دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے۔ اس نے کہا ہاں یَارَسُوْلَ اللہ! آپ نے فرمایا پھر بہتر یہ ہے کہ واپس جاؤ اور اپنے والدین کی خدمت کرو اور خوب خدمت کرو۔

آپ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کیا کرتے تھے کہ حسن سلوک میں مذہب کی کوئی شرط نہیں۔ غریب رشتہ دار خواہ کسی مذہب کے ہوں اُن سے حسن سلوک کرنا نیکی ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ کی ایک بیوی مشرکہ تھیں۔ حضرت ابوبکر ؓ کی بیٹی اسماء ؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یَارَسُوْلَ اللہ! کیا میں اُس سے حسن سلوک کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ضرور وہ تیری ماں ہے تو اُس سے حسن سلوک کر۔

رشتہ دار تو الگ رہے آپ اپنے رشتہ داروں کے رشتہ داروں اور اُن کے دوستوں تک کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ جب کبھی آپ قربانی کرتے تو آپ حضرت خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کی طرف ضرور گوشت بھجواتے اور ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ خدیجہ ؓ کی سہیلیوں کو نہ بھولنا اُن کی طرف گوشت ضرور بھجوانا۔

ایک دفعہ حضرت خدیجہ کی وفات کے کئی سال بعد آپ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خدیجہ ؓ کی بہن ہالہ ؓ آپ سے ملنے آئیں اور دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا ”کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟“ ہالہ ؓ کی آواز میں اُس وقت اپنی مرحومہ بہن حضرت خدیجہ ؓ سے بے انتہاء مشابہت پیدا ہو گئی۔ اس آواز کے کان میں پڑتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر کپکپی آ گئی پھر آپ سنبھل گئے اور فرمایا آہ میرے خدا! یہ تو خدیجہ کی بہن ہالہ ؓ ہیں۔ درحقیقت سچی محبت کا اصول ہی یہی ہے کہ جس سے پیار ہو اور جس کا ادب ہو اُسکے قریبیوں اور اسکے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے بھی محبت اور پیار پیدا ہو جاتا ہے۔

انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سفر پر تھا جریر بن عبداللہ ؓ ایک دوسرے صحابی بھی اس سفر میں ساتھ تھے وہ سفر میں نوکروں کی طرح میرے کام کیا کرتے تھے۔ جریر ؓ بڑے تھے اور اُن کا ادب حضرت انس ؓ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ میں اُنہیں منع کرتا تھا کہ ایسا نہ کریں۔ میرے ایسا کہنے پر جریر ؓ جواب میں کہتے تھے میں نے انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہاء خدمت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے اُن کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ محبت دیکھ کر اپنے دل سے عہد کیا تھا کہ جب کبھی مجھے کسی انصاری کے ساتھ سفر کرنے کا موقع ملے گا یا اس کے ساتھ رہنے کا موقع ملے گا تو میں اُس کی خدمت کروں گا اس لئے آپ مجھے نہ روکیں میں اپنی قسم پوری کر رہا ہوں۔ اس واقعہ سے بِالوضاحت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت کرنے والا بھی انسان کا محبوب ہو جاتا ہے پس جن لوگوں کے دلوں میں اپنے ماں باپ کا سچا ادب اور احترام ہوتا ہے وہ اپنے ماں باپ کے علاوہ اُن کے رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی ادب کرتے ہیں۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اقارب کی خدمت کا ذکر تھا تو آپ نے فرمایا بہترین نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کی دوستیوں کا بھی خیال رکھے۔ یہ بات آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے کہی تھی اور اس پر اُنہوں نے ایسا عمل کیا کہ ایک دفعہ وہ حج کے لئے جا رہے تھے کہ رستہ میں ایک شخص اُن کو نظر آیا۔ آپ نے اپنی سواری کا گدھا اُس کو دے دیا اور اپنے سر کا خوبصورت عمامہ بھی اُس کو عطا کر دیا۔ اُن کے ساتھیوں نے اُنہیں کہا کہ آپ نے یہ کیا کام کیا ہے؟ یہ تو اعرابی لوگ ہیں بہت تھوڑی سی چیز اِن کو دے دی جائے تو خوش ہو جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر ؓ نے کہا۔ اِس شخص کا باپ حضرت عمر ؓ کا دوست تھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے نیکی کا اعلیٰ درجے کا مظاہرہ یہ ہے کہ انسان اپنے باپ کے دوستوں کا بھی خیال رکھے۔

نیک صحبت

آپ ہمیشہ اپنے اِردگرد نیک لوگوں کے رہنے کو پسند کرتے تھے اور اگر کسی میں کمزوری ہوتی تھی تو اُسے عمدگی کے ساتھ اور پردہ پوشی کے ساتھ نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، نیک دوست اور نیک مجلسی اور بد دوست اور بد مجلسی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے پھر رہا ہو، مشک اُٹھانے والا اُس کو کھائے گا تب بھی فائدہ اُٹھائے گا اور رکھ چھوڑے گا تب بھی خوشبو حاصل کرے گا۔ اور جس کے ہم مجلس بد ہوں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بھٹی کی آگ میں پھونکیں مارتا ہے۔ وہ اتنی ہی اُمید رکھ سکتا ہے کہ کوئی چنگاری اُڑ کر اُسکے کپڑوں کو جلا دے یا کوئلوں کی بدبو سے اُسکا دماغ خراب ہو جائے۔

آپ اپنے صحابہ ؓ کو بار بار فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے اخلاق ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسی مجلس میں وہ بیٹھتا ہے اس لئے نیک صحبت اختیار کیا کرو۔

لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا خیال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ کسی شخص کو ٹھوکر نہ لگے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے کہ آپ کی ایک بیوی صفیہ ؓ بنت حُیَّ آپ سے ملنے آئیں۔ باتیں کرتے کرتے دیر ہو گئی تو آپ نے مناسب سمجھا کہ اُن کو گھر تک پہنچا آئیں۔ جب آپ اُن کو گھر چھوڑنے کیلئے جا رہے تھے تو راستہ میں دو شخص ملے، جن کے متعلق آپ کو شبہ تھا کہ شاید اُن کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کے ساتھ رات کے وقت کہاں جا رہے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ٹھہرا لیا اور فرمایا۔ دیکھو! یہ میری بیوی صفیہ ؓ ہیں۔ اُنہوں نے کہا یَارَسُوْلَ اللہ! ہمیں آپ پر بدظنی کا خیال پیدا ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ شیطان انسان کے خون میں پھرتا ہے میں ڈرا کہ تمہارے ایمان کو ضُعف نہ پہنچ جائے۔ (باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردار ؐ صفحہ 299 تا 307، مطبوعہ قادیان 2014ء)

......☆......☆......☆......

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
RSB Traders & whole seller

Specialist in Teddy Bear Ladies & Kids items, All Types of Bags & Garments items
Mob: 9647960851
9082768330
Branch: Aroti Tola Po muluk
Bolpur-Birbhum
Head office: Q84 Akra Road
Po.Bartala, Kolkata-18
طالبِ دعا : جانِ عالم شیخ
(جماعت احمدیہ شانتی نکیتن، بولپور، بیربھوم۔ بنگال)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(333) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابتدائی ایام کا ذکر ہے کہ والد بزرگوار (یعنی خاکسار کے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم) نے اپنا ایک بانات کا کوٹ جو مستعمل تھا ہمارے خالہ زاد بھائی سید محمد سعید کو جو ان دنوں میں قادیان میں تھا کسی خادمہ عورت کے ہاتھ بطور ہدیہ بھیجا۔ محمد سعید نے نہایت حقارت سے وہ کوٹ واپس کر دیا اور کہا کہ میں مستعمل کپڑا نہیں پہنتا۔ جب وہ خادمہ یہ کوٹ واپس لا رہی تھی تو راستہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میر صاحب نے یہ کوٹ محمد سعید کو بھیجا تھا مگر اس نے واپس کر دیا ہے کہ میں اُترا ہوا کپڑا نہیں پہنتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس سے میر صاحب کی دل شکنی ہو گی۔ تم یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ ہم پہنیں گے اور اُن سے کہہ دینا کہ میں نے رکھ لیا ہے۔

(334) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت مَیں مسجد مبارک میں داخل ہوا تو اس وقت حضرت مسیح موعودؑ اکیلے گنگناتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ ٹہلتے بھی جاتے تھے۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

میری آہٹ سن کر حضرت صاحب نے چہرے پر سے رومال والا ہاتھ اُٹھالیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے حضرت حسانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور گویا آپ کے درباری شاعر تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر یہ شعر کہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''تو میری آنکھ کی پتلی تھا پس تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہوگئی اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے پرواہ نہیں کیونکہ مجھے تو بس تیری ہی موت کا ڈر تھا جو واقع ہو چکی۔ اس شعر کہنے والے کی محبت کا اندازہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں۔ مگر اس شخص کے سمندر عشق کی تہ کو کون پہنچے کہ جو اس واقعہ کے تیرہ سو سال بعد تنہائی میں جب کہ اسے خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں، یہ شعر پڑھتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بہ نکلتا ہے اور وہ شخص ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی آنکھیں بات بات پر آنسو بہانے لگ جاتی ہیں بلکہ وہ وہ شخص ہے کہ جس پر اس کی زندگی میں مصائب کے پہاڑ ٹوٹے اور غم والم کی آندھیاں چلیں مگر اس کی آنکھوں نے اس کے جذبات قلب کی کبھی غمازی نہیں کی۔

پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا کہ یہ شعر كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ الخ مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے سامنے پڑھا تھا۔ اور مجھے سُنا کر فرمایا۔ کہ کاش! حسّان کا یہ شعر میرا ہوتا اور میرے تمام شعر حسّان کے ہوتے۔ پھر آپ چشم پُرآب ہو گئے۔ اس وقت حضرت اقدس نے یہ شعر کئی بار پڑھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسّان بن ثابتؓ کے شعر کے متعلق پیر سراج الحق صاحب سے جو الفاظ فرمائے وہ ایک خاص قسم کی قلبی کیفیت کے مظہر ہیں جو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل پر طاری ہو گی ورنہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ محبت جھلکتی ہے جس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی اور کسی دوسرے کے کلام میں عشق کا وہ بلند معیار نظر نہیں آتا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نظر آتا ہے۔

(335) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** ماسٹر محمد نذیر احمد خان صاحب متوطن نادون ضلع کانگڑہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں امتحان انٹرنس پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ کیلئے دھرم سالہ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں امیدوار محرر ہوا تھا۔ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ میں دفتر میں بیٹھا تھا اور میرے ہاتھ میں ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ تھا کہ دھرم سالہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ کا ہیڈ کلرک جس کا نام پنڈت مولا رام تھا دفتر ضلع میں کسی کام کیلئے آیا۔ جب اس کی نظر ریویو آف ریلیجنز پر پڑی تو اس نے حیران ہوکر مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی احمدی ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں احمدی ہوں۔ اس نے کہا تو پھر میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو حضرت مرزا صاحب کیساتھ میرا گذرا ہے چنانچہ اس نے بیان کیا کہ میں ایک مذہبی خیال کا آدمی ہوں اور چونکہ مرزا صاحب کی مذہبی امور میں بہت شہرت تھی میں نے ان کے ساتھ بعض مذہبی مسائل میں خط وکتابت شروع کی۔ اس خط وکتابت کے دوران میں مَیں نے ان کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں بعض اعتراض تھے۔ حضرت مرزا صاحب کا جو جواب میرے پاس اس خط کا آیا اس میں میرے اعتراضات کے متعلق کچھ جوابات لکھ کر پھر مرزا صاحب نے یہ لکھا تھا کہ پنڈت صاحب! آپ ان باتوں میں الجھے ہوئے ہیں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا کا غضب آسمان پر بھڑک رہا ہے اور اس کا عذاب سالوں میں نہیں، مہینوں میں نہیں، دنوں میں نہیں، گھنٹوں میں نہیں، منٹوں میں نہیں بلکہ سیکنڈوں میں زمین پر نازل ہونے والا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھ کر مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو مرزا صاحب ایک نیک آدمی ہیں ان کی بات یونہی رائیگاں نہیں جاسکتی۔ چنانچہ میں ہر لحظہ اسی انتظار میں تھا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے اور میں نے اسی خیال میں اس رات کو سوتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ خط اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔ صبح کو جب میں اُٹھا تو حسب عادت اشنان کی تیاری کرنے لگا اور اپنے ملازم کو میں نے بازار سے دہی لانے کیلئے بھیجا اور اپنے مکان میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اس وقت اچانک زلزلے کا ایک سخت دھکا آیا اور اسکے بعد پیہم اس طرح دھکوں کا سلسلہ شروع ہوا کہ میرے دیکھتے دیکھتے آناً فاناً دھرم سالہ کی تمام عمارتیں ریزہ ریزہ ہوکر خاک میں مل گئیں۔ اس وقت حضرت مرزا صاحب کے اس خط کا مضمون میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا اور میرے منہ سے بے اختیار نکل رہا تھا کہ واقعی یہ دنوں اور گھنٹوں اور منٹوں کا عذاب نہیں بلکہ سیکنڈوں کا عذاب ہے۔ جس نے ایک آن کی آن میں تمام شہر کو خاک میں ملا دیا ہے اور اس کے بعد میں حضرت مرزا صاحب کا بہت معتقد ہو گیا اور میں اُن کو ایک واقعی خدا رسیدہ انسان اور مصلح سمجھتا ہوں۔ ماسٹر نذیر خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب وہ یہ قصّہ بیان کر چکا تو دفتر ضلع کے ایک ہندو کلرک نے بطور اعتراض کے کہا کہ مرزا صاحب پر ایک جرم کی سزا میں جرمانہ بھی تو ہوا تھا۔ ابھی میں نے اس کا جواب نہیں دیا تھا کہ پنڈت مولا رام خود بخود بولا کہ ہاں ایک بیوقوف نے جرمانہ کر دیا تھا مگر عدالت اپیل میں وہ بری ہو گئے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ وہی زلزلہ ہے جو 14/اپریل 1905ء کو آیا تھا اور جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تحریرات میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ زلزلہ ہندوستان کی تاریخ میں بے مثال تھا چنانچہ میں نے انسائیکلوپیڈیا میں پڑھا ہے کہ اس زلزلہ میں علاوہ لاکھوں کروڑوں روپیہ کے نقصان کے پندرہ ہزار جانوں کا بھی نقصان ہوا تھا۔

(336) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان میں کسی قدر لکنت تھی اور آپ پرنالے کو پنالہ فرمایا کرتے تھے اور کلام کے دوران میں کبھی کبھی جوش کی حالت میں اپنی ٹانگ پر ہاتھ بھی مارا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی صاحب کی یہ روایت درست ہے مگر یہ لکنت صرف کبھی کبھی کسی خاص لفظ کے تلفظ میں ظاہر ہوتی تھی ورنہ ویسے عام طور پر آپ کی زبان بہت صاف چلتی تھی اور ٹانگ پر ہاتھ مارنے کے صرف یہ معنی ہیں کہ کبھی کبھی جوش تقریر میں آپ کا ہاتھ اُٹھ کر آپ کی ران پر گرتا تھا۔

(337) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اور عبدالرحیم خان صاحب پسر مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری مسجد مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت کے گھر سے آیا تھا۔ ناگاہ میری نظر کھانے میں ایک مکھی پر پڑی چونکہ مجھے مکھی سے طبعاً نفرت ہے میں نے کھانا ترک کر دیا۔ اس پر حضرت کے گھر کی ایک خادمہ کھانا اُٹھا کر واپس لے گئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت حضرت اقدس اندرون خانہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ خادمہ حضرت کے پاس سے گذری تو اس نے حضرت سے یہ ماجرہ عرض کر دیا حضرت نے فوراً اپنے سامنے کا کھانا اُٹھا کر اس خادمہ کے حوالے کر دیا کہ یہ لے جاؤ اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں ہی چھوڑ دیا۔ وہ خادمہ خوشی خوشی ہمارے پاس وہ کھانا لائی اور کہا کہ لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دیدیا ہے۔ اس وقت مسجد میں سید عبد الجبار صاحب بھی جو گذشتہ ایام میں کچھ عرصہ بادشاہ سوات بھی رہے ہیں، موجود تھے چنانچہ وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔

(338) **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔** قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ خط بیان کیا کہ 1904ء میں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کی پیروی کیلئے گورداسپور میں قیام پذیر تھے ایک دفعہ رات کو بارش ہونی شروع ہوگئی۔ اس وقت حضرت اقدس مکان کی چھت پر تھے جہاں پر کہ ایک برساتی بھی تھی بارش کے اُتر آنے پر حضور اس برساتی میں داخل ہونے لگے مگر اسکے عین دروازے میں مولوی عبداللہ صاحب متوطن حضرو ضلع کیمبل پور نماز تہجد پڑھ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ دروازہ کے باہر کھڑے ہو گئے اور اسی طرح بارش میں کھڑے رہے حتیٰ کہ مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی نماز ختم کر لی پھر آپ برساتی میں داخل ہوئے۔

(سیرۃ المہدی، جلد اوّل، مطبوعہ قادیان 2008)

......☆......☆......☆......

دَارُ الصَّنَاعَتُ قادیان

Ahmadiyya Vocational (Technical) Training Centre, Qadian

میں داخلہ شروع ہے، ہنر سیکھنے کے خواہشمند نوجوان جلدی کریں

تمام احمدی نوجوانوں کی آگاہی کیلئے اعلان ہے کہ ادارہ دارالصناعت قادیان میں داخلہ شروع ہو گیا ہے۔ ادارہ میں الیکٹریشین/پلمبنگ/ویلڈنگ/ڈیزل مکینک/Motor Vehicle Mechanic/ AC & Refrigerator اور کمپیوٹر کے ایک سال کے کورس کروائے جاتے ہیں اور حکومت کے ادارہ NSIC کا Certificate دیا جاتا ہے۔ ہنر سیکھنے کے خواہشمند نوجوانوں کیلئے بہترین موقع ہے اور جو نوجوان اپنے اسکول کی تعلیم مکمل نہیں کر سکے ان کورسز میں داخلہ لے کر بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ بیرون قادیان کے احمدی نوجوانوں کیلئے جماعت کے زیر انتظام ہوسٹل اور کھانے کا بھی انتظام ہے۔ ہوسٹل اور کھانے کے اخراجات کی کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے۔ خواہشمند نوجوان فوری مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

فون نمبر: 9872923363, 9872725895, 8077546198

اِی میل: darulsanaat.qadian@gmail.com

(پرنسپل دارالصناعت قادیان)

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مادّی زندگی میں اپنی مخلوق کی اس عارضی زندگی اور بقا کیلئے کس قدر وسیع رنگ میں نظام قائم فرمایا ہوا ہے
تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے انسان کیلئے ایک دوسری زندگی بھی مقرر کی ہوئی ہے، تو اُس کیلئے بھی اس نے ایک نظام جاری کیا ہوا ہے

اگر مادّی بارش کچھ عرصہ نہ ہو، قحط سالی کی حالت ہو، لوگ اناج کی کمی کی وجہ سے بھوکے مرنے لگیں یا جن کا گزارہ ہی زمینداری پر ہے،
اُن کی فصلیں سوکھ رہی ہوں تو لوگ بے چین ہو جاتے ہیں، لیکن جو دائمی زندگی ہے اُس کی بقا کیلئے نہ ہی اتنا تردّد ہوتا ہے
اور نہ ہی جب پانی اترتا ہے تو انسان اُس کی اتنی قدر کرتا ہے، جبکہ ایسی زندگی جو دائمی ہے اُس کیلئے زیادہ کوشش ہونی چاہئے

قرآنِ کریم وہ کامل اور مکمل تعلیم ہے جو تمام زمانوں کیلئے ہے اور ایسا پانی ہے
جس نے اُس وقت جبکہ زمین اپنی مردنی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے زمانہ میں ہوئی جب عام گمراہی پھیل چکی تھی
ویسے ہی حالات آج کے زمانہ کے ہیں، اس زمانہ کے مختلف علماء کے مسلمانوں میں بگاڑ کے اعترافات کا تذکرہ

ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول اور اُسکے دین کی اشاعت اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کے ذریعے ہی ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے، اپنی کوششوں سے نہیں

اسلام کی جس حالت کا نقشہ آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے علماء نے کھینچا تھا یا پچاس ساٹھ سال پہلے کھینچا تھا، وہ آج بھی وہی نظارہ پیش کر رہا ہے،
ہاں اگر دنیا میں اسلام کی حقیقی تصویر کا کوئی نظارہ نظر آ رہا ہے جس کو دیکھ کر دنیا اسلام کی خوبیوں کی معترف ہو رہی ہے تو وہ، وہ اسلام ہے
جو مہدی دوران نے پیش کیا ہے، جس کو دیکھ اور سن کر لاکھوں عیسائی مسلمان ہو رہے ہیں

پس عقل کرو اور آسمان سے اترے ہوئے اس پانی سے فیض اٹھاؤ،
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار آسمانی پانی کی ضرورت کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی آمد کا مقصد بیان فرمایا ہے

اے غلامانِ مسیحِ دوران! اس آسمانی پانی سے فیض پانے والو جس نے تمہیں نئی زندگی بخشی ہے اپنے فرض ادا کرو، اپنے تعلق کو خدا تعالیٰ سے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جاؤ، دنیا کو راستی کا رستہ دکھانے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاؤ، اپنے دینی، روحانی، اخلاقی معیاروں کو اونچے سے اونچا کرتے چلے جاؤ کہ امام الزمان کی بیعت کا حق ادا ہو جائے، اس روحانی پانی کے فیض سے اُگنے والی وہ فصلیں بنو جو فائدہ مند ہوتی ہیں، جو دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہیں، وہ نہریں اور دریا بنو جن پر ہر دم تازہ پانی اترتا رہتا ہے، دنیا کو روحانی مائدہ اب غلامان مسیح الزمان کے ذریعہ سے ہی ملنا ہے، دنیا کی پیاس اب اُس پانی سے بجھنی ہے جو امام الزمان کے ماننے والوں نے مہیا کرنا ہے

حدیقۃ المہدی (آلٹن) میں منعقد ہونے والے جماعت احمدیہ برطانیہ کے 46 ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 9 ستمبر 2012ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بصیرت افروز اختتامی خطاب

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔
وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (النحل:66)
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ○ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ○ (الطارق:13-12)

یہ آیات جو مَیں نے پڑھی ہیں۔ پہلی سورۃ نحل کی آیت 66 ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے زمین کو اُس کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کیلئے بہت بڑا نشان ہے جو بات سنتے ہیں۔

اور دوسری سورۃ الطارق کی آیات 12، 13 ہیں جن کا ترجمہ ہے۔ قسم ہے موسلا دھار بارش والے آسمان کی اور روئیدگی اُگانے والی زمین کی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں اور ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہستی ہے جو اس نظامِ عالَم کو چلا رہی ہے۔ چاہے اس بات کا صحیح ادراک ہر ایک کو ہو یا نہ ہو، لیکن ہر ایک کے ذہن میں خدا تعالیٰ کے سب قدرتوں کے مالک ہونے کا تصور قائم ہے۔ کم از کم ہر مسلمان کہلانے والے کے ذہن میں اُسکی عقل اور دینی استعدادوں یا علم کے مطابق یہ تصور ہے۔ ایک عام مسلمان بھی سمجھتا ہے کہ یہ دنیا اور اس میں موجود ہر چیز خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے بلکہ آسمان اور زمین اور اس میں موجود ہر چیز خدا تعالیٰ کی پیداوار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ہر چیز معرض وجود میں آتی ہے اور اُس کے سہارے سے وہ قائم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی ہر چیز میں فنا ہے اور اسی طرح ہمیشہ ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔ یہ بات بھی اپنی استعدادوں کے مطابق ہر مسلمان کہلانے والا بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کرنے والا بھی سمجھتا ہے کہ زمین و آسمان کی تاثیرات کو پیدا کرنے والی ہستی صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہے۔ وہی ہے جو ربّ العالمین ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے نہ صرف انسان بلکہ اپنی تمام مخلوق کی پیدائش سے لے کر اُس کے اجلِ مسمّٰی تک اُسکے پالنے کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اور خاص طور پر انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اُس کیلئے تو اُس نے اپنی بیشمار مخلوق کو خدمت پر مقرر کیا ہے اور مادی زندگی کی بہتری اور قائم رکھنے کیلئے بغیر کسی انسانی کوششوں کے بہت سے ذرائع کا اُس نے انتظام کیا ہے۔ پھر صرف اس ربوبیت کے اظہار کیلئے اپنی رحمانیت کے جلوے ہی نہیں دکھاتا، بغیر مانگے ہی زندگی کے سامان پیدا نہیں فرماتا، بلکہ رحیمیت کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ مجیب ہونے کے جلوے بھی دکھاتا ہے۔ انسانی زندگی کو قائم رکھنے کیلئے اپنی بہت سی صفات کے جلوے دکھاتا ہے۔ اگر مثلاً قحط سالی ہو تو انسانوں کی آہ و بکا کو سن کر بارش کو انسان کی زندگی کے سامان مہیا کرنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے بار بار اپنی رحمت کے نظارے دکھلاتا ہے اور دکھلاتا چلا جاتا ہے۔

پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس مادّی زندگی میں اپنی مخلوق کی اس عارضی زندگی اور بقا کیلئے کس قدر وسیع رنگ میں نظام قائم فرمایا ہوا ہے تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں نے انسان کیلئے ایک دوسری زندگی بھی مقرر کی ہوئی ہے، اُس کیلئے بھی ایک نظام جاری کیا ہوا ہے۔ جس کی بنیاد اِس دنیاوی زندگی میں کئے جانے والے ہر اُس عمل پر ہے اور ہو گی جو روحانیت میں ترقی دلانے والا ہے۔ یعنی ہر نیک عمل اور اجر اور روحانیت میں ترقی اُسے آئندہ زندگی میں اُن انعاموں کا وارث بنائے گی جو اللہ تعالیٰ اُس ہمیشہ کی زندگی کیلئے مقرر فرمائے ہیں۔ وہ سارے اعمال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے کئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اُس دائمی زندگی میں اُن کے اجر بھی عطا فرمائے گا۔ یہ چیز بھی ایک مومن، ایک مسلمان کہلانے والا جانتا ہے۔ اور جو حقیقی مومن ہے یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک روحانی نظام مقرر کیا ہوا ہے۔ جو پورا فہم و ادراک نہیں رکھتے، اُن کو بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ جب اس دنیا کے نظام کیلئے، اس عارضی زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اتنے سامان پیدا فرمائے ہوئے ہیں تو دائمی زندگی کیلئے بھی کچھ سامان ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے مطابق اس دنیا میں ہی انسان اُن سامانوں سے فیض پانا شروع کر دیتا ہے۔

پس یقیناً ایک روحانی نظام اس دنیا میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء بھیجتا ہے جو اپنے اپنے وقتوں میں اُس بارش کی طرح آتے رہے، اُترے جو ہر زمانے کے نبی کے ماننے والوں کیلئے

اُس پانی کی طرح تھے جس نے اُن کی آبیاری کی اور اُن کی عملی اور روحانی ترقی کا باعث بنے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’یہ بھی یاد رہے کہ خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اُسکے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دُنیا میں نہ آتے تو صراط مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا۔ اگرچہ زمین و آسمان پر غور کرکے اور اُن کی ترتیب اَبلغ اور محکم پر نظر ڈال کر ایک صحیح الفطرت اور سلیم العقل انسان دریافت کرسکتا ہے کہ اِس کارخانۂ پُرحکمت کا بنانے والا کوئی ضرور ہونا چاہئے۔ لیکن اِس فقرہ میں کہ ضرور ہونا چاہئے اور اِس فقرہ میں کہ واقعی وہ موجود ہے، بہت فرق ہے۔ واقعی وجود پر اطلاع دینے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں جنہوں نے ہزارہا نشانوں اور معجزات سے دنیا پر ثابت کر دکھایا کہ وہ ذات جو مخفی در مخفی اور تمام طاقتوں کی جامع ہے درحقیقت موجود ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس قدر عقل بھی کہ نظام عالم کو دیکھ کر صانع حقیقی کی ضرورت محسوس ہو، یہ مرتبۂ عقل بھی نبوت کی شعاعوں سے ہی مستفیض ہے۔‘‘ (نبوت کی وجہ سے ہی یہ عقل بھی پیدا ہوتی ہے) ’’اگر انبیاء علیہم السلام کا وجود نہ ہوتا تو اِس قدر عقل بھی کسی کو حاصل نہ ہوتی۔ اِسکی مثال یہ ہے کہ اگرچہ زمین کے نیچے پانی بھی ہے مگر اس پانی کا بقا اور وجود آسمانی پانی سے وابستہ ہے۔ جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ آسمان سے پانی نہیں برستا تو زمینی پانی بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ اور جب آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین میں بھی پانی جوش مارتا ہے۔ اِسی طرح انبیاء علیہم السلام کے آنے سے عقلیں تیز ہو جاتی ہیں اور عقل جو زمینی پانی ہے اپنی حالت میں ترقی کرتی ہے۔ اور پھر جب ایک مُدّت دراز اِس بات پر گزرتی ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا تو عقلوں کا زمینی پانی گندہ اور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دُنیا میں بُت پرستی اور شرک اور ہر ایک قسم کی بدی پھیل جاتی ہے۔ پس جس طرح آنکھ میں ایک روشنی ہے اور وہ باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے اِسی طرح دُنیا کی عقلیں جو آنکھ سے مشابہ ہیں ہمیشہ آفتابِ نبوت کی محتاج رہتی ہیں اور جبھی کہ وہ آفتاب پوشیدہ ہو جائے اُن میں فی الفور کدورت اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا تم صرف آنکھ سے کچھ دیکھ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ اِسی طرح تم بغیر نبوت کی روشنی کے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے۔‘‘

(حقیقۃالوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 114-115)

پس یہ بھی خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت ہے کہ انسانوں کی عملی اور روحانی ترقی اُس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک وہ پانی آسمان سے نہ اُترے جو تازہ بتازہ ہو، جو روحانی طور پر روحوں کو جِلا بخشنے والا ہے، جو عملی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کا باعث بنے، جس کے اثر سے وہ پھلدار پودے نشوونما پائیں جو اُن پودوں سے فیض حاصل کرنے والوں کی روحانی بھوک مٹانے والے بھی ہوں۔ لیکن جب ہم جائزے لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اگر مادّی بارش کچھ عرصہ نہ ہو، قحط سالی کی حالت ہو، لوگ اناج کی کمی کی وجہ سے بھوکے مرنے لگیں یا جن کا گزارہ ہی زمیندارہ پر ہے، اُن کی فصلیں سوکھ رہی ہوں تو بے چین ہو جاتے ہیں۔ ایک تڑپ سے بعض مجھے بھی خط لکھتے ہیں۔ نمازِ استسقاء ادا کی جاتی ہے۔ جو شاید کبھی کبھار نمازیں پڑھتے ہوں، جب ایسی حالت آتی ہے تو بڑے درد و الحاح سے وہ بھی نماز استسقاء میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بارش کی دعائیں کرتے ہیں تاکہ اُن کی دو وقت کی روٹی مل جائے، تاکہ اُن کی فصلیں بہتر ہو جائیں، تاکہ وہ بہتر آمد کی وجہ سے دنیاوی سہولتوں سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ بارش ایک ایسی چیز ہے جس پر ہر ایک کا انحصار ہے، چاہے غریب ملک ہوں، امیر ملک ہوں، غریب آدمی ہو یا امیر آدمی ہو۔ پیٹ بھرنے کیلئے خوراک کی ضرورت ہر ایک کو ہے اور خوراک کا انحصار پانی پر ہے، چاہے وہ دریاؤں کا پانی ہے، کنوؤں کا پانی ہے۔ کنوؤں کا پانی بھی بارش کی وجہ سے اوپر آتا ہے اور قابلِ استعمال ہوتا ہے۔ جہاں لمبا عرصہ بارشیں نہیں ہوتیں، وہاں کنوؤں کا پانی بھی اتنی دور چلا جاتا ہے کہ میسر ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے زمینی پانی کو بھی اپنی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت قرار دیا ہے کہ اگر کنوؤں کا پانی خشک ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ کیا حالت ہوگی تمہاری؟ تو جیسا کہ میں نے کہا، اس دنیاوی زندگی کیلئے انسان بیقرار ہوکر خدا تعالیٰ سے پانی مانگتا ہے۔ لیکن جو دائمی زندگی ہے اُس کی بقا کیلئے نہ ہی اتنا تردّد ہوتا ہے اور نہ ہی جب پانی اترتا ہے تو اُس کی اتنی قدر کرتا ہے۔ جبکہ ایسی زندگی جو دائمی ہے اُس کیلئے زیادہ کوشش ہونی چاہئے۔ بیشک چند ایک ایسے ہوتے ہیں جو بے چین ہو جاتے ہیں اور بے چین ہوکر خدا تعالیٰ سے گڑگڑا کر اُس روحانی پانی کے اترنے کی دعا مانگتے ہیں جو اُنہیں روحانی لحاظ سے تروتازہ کر دے، جو اُن کی زندگی کے سامان مہیا فرماوے۔ لیکن ایک اکثریت اس بات سے لاپرواہ ہوتی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں کرتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے احسانوں میں سے یہ احسان ہے کہ اپنی ربوبیت اور رحمانیت کے صدقے یہ انتظام فرما دیتا ہے جس سے دنیا کی روحانی زندگی کا سامان ہوتا ہے، دائمی زندگی کا سامان ہوتا ہے۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں، ان میں بھی جیسا کہ ترجمہ میں سنا، خدا تعالیٰ نے پانی کے اترنے کا مضمون بیان فرمایا ہے جو مادّی پانی بھی ہے اور روحانی پانی بھی ہے۔ اس روحانی پانی کا پہلی آیت میں زیادہ ذکر ہے جو سورۃ نحل کی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا خاص طور پر اس میں فرمایا ہے کہ وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ اور پھر فرمایا فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اور اس پانی سے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد پھر سے زندہ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ کہ یقیناً اس میں اُن لوگوں کیلئے بڑا نشان ہے جو بات سنتے ہیں۔ یعنی وہ حق اور وہ کلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے، اُسے سنتا ہے۔ يَسْمَعُونَ جو کہا ہے تو پانی کو دیکھا جاتا ہے، پیا جاتا ہے۔ یہاں سننے سے مراد یہی ہے کہ کلامِ الٰہی ہی وہ روحانی پانی ہے جسکو جب پیش کیا جاتا ہے تو اسکو سنتے ہیں، اُس پر غور کرتے ہیں، اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اپنی دائمی زندگی کے سنوارنے کے سامان پیدا کرتے ہیں۔

پس کلامِ الٰہی کی مثال پانی سے دی گئی ہے کہ اگر وہ اس کلام کو سنیں اور اس پر عمل کریں تو یقیناً یہ روحانی مُردوں کو زندگی بخشنے والا کلام ہے اور سب سے بڑھ کر جو کلام اترا اور کامل کلام اترا، وہ قرآنِ کریم ہے۔ تو اس آیت میں یہ پیغام ہے کہ قرآنِ کریم ہی وہ کلام ہے جو تمہیں زندگی بخشنے والا ہے۔ اس میں قرآنِ کریم کے مقام اور عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بھی اصول بیان ہو گیا کہ انبیاء کے ذریعہ وہ روحانی پانی اترتا ہے جو مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء آئے، انہوں نے بھی اپنے اپنے علاقے اور دائرے میں اپنے ساتھ لائے ہوئے روحانی پانی سے مُردوں کو زندگی بخشی لیکن ساتھ ہی آنے والے عظیم نبی کی پیشگوئی بھی فرما دی۔ ایسا نبی جو ایسا صاف اور مصفّٰی پانی لائے گا، ایسا روحوں کو تازگی بخشنے والا اور مُردوں کو زندہ کرنے والا پانی لائے گا جس کا دائرہ تمام دنیا پر حاوی ہوگا۔ پس قرآنِ کریم وہ کامل اور مکمل تعلیم ہے جو تمام زمانوں کیلئے ہے اور ایسا پانی ہے جس نے اُس وقت جبکہ زمین اپنی مردنی کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، مردہ دلوں کو زندگی کا پیغام دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ کتاب اتری تھی، اُن کی قوت قدسی نے روحانی طور پر مردوں کو زندہ کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس دور کا نقشہ کھینچتے ہوئے اور مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’تواریخ صاف بتاتی ہے اور فرقان مجید کے کئی مقامات میں...... بوضاحت تمام وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس زمانے میں مبعوث ہوئے تھے کہ جب تمام دنیا میں شرک اور گمراہی اور مخلوط پرستی پھیل چکی تھی۔ اور تمام لوگوں نے اصول حقّہ کو چھوڑ دیا تھا اور صراطِ مستقیم کو بھول بھلا کر ہر یک فرقہ نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اَور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی۔ اور اُنہی دنوں میں کئی پوران اور پُستک (یعنی بہت ساری کتابیں ہندوؤں میں تھیں) کہ جن کے رُو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے۔ اور اوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی، تصنیف ہوچکی تھی اور بقول پادری پورٹ صاحب اور کئی فاضل انگریزوں کے اُن دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا۔ اور پادری لوگوں کی بدچلنی اور بداعتقادی سے مذہب عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ دوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 112 حاشیہ نمبر 10)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جو پادری پورٹ کا اور دوسرے فاضل علماء کا، انگریزوں کا ذکر فرمایا ہے، یہ ڈیون پورٹ ہے۔ اس وقت میں باقی حوالے تو نہیں دیتا، لمبا ہو جائے گا۔

ڈیون پورٹ نے اُس زمانے کی حالت کے بارے میں جو لکھا ہے، اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ ’’ایک طرح کی اخلاقی اور مذہبی بدعملی عیسائیوں اور یہودیوں میں موجود تھی جنہوں نے ایک زمانے سے عرب کے جزیرہ نما میں خود کو لا بسایا تھا۔ اور انہوں نے بہت طاقتور جماعتیں قائم کر لی تھیں۔ اُس وقت کی عیسائیت کی حالت سے زیادہ کسی قابلِ افسوس چیز کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت میں عیسائیت کے اساتذہ کی بدعملی نے فہیم لوگوں کو عیسائیت سے متنفر کر دیا تھا۔ اُن کے جھوٹ، اُن کے افسانے جو اُن کے بزرگوں اور اُن کے معجزات کے بارے میں تھے اور سب سے زیادہ اُن کے پادریوں کے طرزِ عمل نے عرب کی سرزمین پر اُن کے گرجوں کو بے آباد کر دیا تھا۔ ایشیا اور افریقہ میں عیسائی چرچ کی بکھری ہوئی مختلف شاخیں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی تھیں۔ اور اُنہوں نے نہایت بیہودہ بدعتوں اور وہموں کو اپنا لیا تھا۔ وہ ہمیشہ تنازعات میں مصروف رہتے تھے۔ عیسائی فرقوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ تنازعات کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے، جبکہ رشوت، عیاشی، بربریت اور جہالت جو پادریوں کے درمیان پائی جاتی تھی، عیسائی مذہب کیلئے بڑے مسائل کا باعث بنی اور اُس نے لوگوں کے درمیان عالمی عیاشی کے انداز متعارف کروائے۔ عرب کے ریگستان جہالت اور بے شعور خانقاہوں یا راہبوں سے اَٹ گئے تھے جو کہ فضول اپنی زندگیوں کو ضائع کر رہے تھے لیکن اُن کے دماغ میں خوفناک سوچیں آتی رہتی تھیں اور پھر کبھی اس رَو میں اکثر مسلح فتنہ پرداز گروہوں کی شکل میں شہروں میں جا گھستے، گرجا گھروں میں اپنے تخیلات کی تبلیغ کرتے اور تلوار کے زور پر اُنہیں منواتے۔ انتہا کی بت پرستی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جاری کردہ اس سادہ عبادت کی جگہ لے لی تھی جو ایک قادرِ مطلق اور رحمان وجود کی عبادت تھی جس کا کوئی ہمسر اور کوئی مماثل نہیں۔

پھر لکھتا ہے کہ تبرکات اور کھدی ہوئی رنگدار تصویریں اُن لوگوں کی من چاہی معبود بن گئیں جنہیں یسوع نے اکیلے زندہ خدا کی عبادت کرنے کی تعلیم دی تھی۔ یہ وہ مناظر ہیں جو یسوع کے کلیسیا نے اسکندریہ میں، ایلیپو میں اور دمشق میں دکھائے۔ پھر لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سب نے اپنے مذہب کے اصولوں کو چھوڑ کر ثانوی اہمیت کے مسائل پر نہ ختم ہونے والی لڑائی شروع کر دی تھی اور عرب کے لوگ دیکھ سکتے تھے کہ ہر مذہب کی بنیادی بات جو کہ اُن کے صحائف میں ہے وہ اس سے دور ہو گئے ہیں۔ خدا کی خالص اور حقیقی عبادت ایک توہم کی طرح بے حقیقت سمجھی جانے لگی۔ بلاشبہ وہ عیسائی اپنے مشرک ہم عصروں سے کچھ بہتر نہ تھے۔‘‘

(An Apology For Mohammed and The Koran by John Davenport Page: 2-4 Published by J. Davy and Sons London 1882)

یہ کتاب ہے: An apology for Muhammad and Qur'an. John Devon Port اور ایک دوسرا ہے اسکے ساتھ۔ 1882ء میں یہ کتاب چھپی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا حوالہ دیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ’’پس آنحضرتؐ کا ایسی عام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

تکبّر سے نہیں ملتا وُہ دِلدار — ملے جو خاک سے اُس کو ملے یار

کوئی اس پاک سے جو دِل لگاوے — کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

سخت دل کیسے ہو گئے ہیں لوگ — سر پہ طاعوں ہے پھر بھی غفلت ہے

ایک دنیا ہے مر چکی اب تک — پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا، جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی اور ہدایت ربّانی کی کمال ضرورت تھی اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمال صالحہ سے منور کرنا، اور شرک اور مخلوق پرستی کا جواُمّ الشرور ہے، قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں: ’’سچا ہونا اُن کا تو اس بات سے ثابت ہے کہ اس عام ضلالت کے زمانے میں قانونِ قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا اور سنّتِ الٰہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی کیونکہ قانونِ قدیم حضرت ربّ العالمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اُسکے دُور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جیسے جب امساک باران سے غایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی ظالم کے پنجہ میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریاد رَس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ بھول جاتے ہیں اور توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرت کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے بنی آدم کی ہدایت کیلئے بھیجتا ہے کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے اُس کی اصلاح کرے۔ اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ پروردگار جو قیوم عالم کا ہے اور بقا اور وجود عالم کا اُسی کے سہارے اور آسرے سے ہے، کسی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا اور نہ بیکار اور معطل چھوڑتا ہے بلکہ ہر یک صفت اُس کی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ از رُوئے تجویز عقلی کے اس بات پر قطع واجب ہوا کہ ہر یک آفت کا غلبہ توڑنے کے لئے خدا تعالیٰ کی وہ صفت جو اُس کے مقابلہ پر پڑی ہے ظہور کرتی ہے اور یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فرقانِ مجید کے بیان واضح سے ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی کہ دنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا۔ اور نیز یہ بات بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس فساد موجودہ کے اصلاح کرنے والے اور ایک عالَم کو ظلماتِ شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہیں، کوئی دوسرا نہیں۔ تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔ چنانچہ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (النحل:64 تا66)‘‘

فرماتے ہیں: ’’یعنی ہم کو اپنی ذات الوہیت کی قسم ہے جو مبدأ فیضان ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفات کاملہ ہے، جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے۔ پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج ان سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی کہ تا اُن لوگوں کا رفع اختلافات کیا جائے اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنایا جائے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مر گئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اتارا اور نئے سرے اس مردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشانِ صداقت اس کتاب کا ہے۔ پَر اُن لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں یعنی طالب حق ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ، چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 115، حاشیہ نمبر 10)

پھر فرماتے ہیں: ’’اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرہ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا، کس خوبی اور لطافت سے آیات ممدوحہ میں درج ہیں۔ اول گمراہوں کے دلوں کو جو صدہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے، زمین خشک اور مردہ سے تشبیہ دے کر اور کلام الٰہی کو مینہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھہرا کر اس قانونِ قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساکِ باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمت الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اور یہ بات جتلا دی کہ یہ قانون قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور صعوبت کے وقت میں جو پھیل جانا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے۔ اور اس جگہ بھی رحمت الٰہی آفت قلوب کا غلبہ توڑنے کیلئے ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں دوسری بات بھی بتلا دی کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی۔ اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ ان روحانی مُردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخر یہ بات کہہ کر کہ اس میں اس کتاب کی صداقت کا نشان ہے، طالبین حق کو اس نتیجہ کی طرف توجہ دلائی کہ فرقان مجید خدا کی کتاب ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ دوم روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 113 تا 116 حاشیہ نمبر 10)

پس جہاں اس حوالے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے حالات اور آپ کی آمد کی ضرورت اور قرآنِ کریم کی سچائی کا پتہ چلتا ہے، وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام بیان فرمایا ہے، اُس کی خوبصورتی بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اور اس میں جواب ہے اُن نام نہاد علماء اور دین کے ٹھیکیداروں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرا دیا اور آپ کے خاتم النبیین ہونے پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ نعوذ باللہ۔

پس عامۃ المسلمین اپنے نام نہاد علماء کے پیچھے چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق پر اعتراض کرنے کی بجائے، مخالفت میں اور ظلموں میں بڑھنے کی بجائے، ظلموں کی تمام حدود کو پھلانگنے کی بجائے، غور کریں، سوچیں اور دعا کریں، ورنہ خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر یہ عذر کام نہیں آئے گا کہ فلاں نے ہمیں بھڑکایا تھا اور فلاں نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی بلکہ ہر ایک نے اپنے کئے کا نتیجہ بھگتنا ہے۔ پس لوگوں کیلئے بھی غور کرنے کا مقام ہے جو آجکل احمدیت کی مخالفت میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہی قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے۔ اگر ہماری باتوں پر اعتبار نہیں ہے تو قرآنِ کریم کو ہی کھول کر غور سے پڑھ لو۔ ختم نبوت کے نام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ ابھی 7/ستمبر آیا تھا تو وہاں بھی ختم نبوت کے نام پر چاہئے تو یہ تھا کہ عشقِ رسول کی باتیں ہوتیں۔ لیکن وہاں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دریدہ دہنی کے، مغلظات بکنے کے، جماعت کو گالیاں دینے کے اور کچھ نہیں کہا گیا اور پھر عوام الناس کو بھڑکایا جا رہا ہے کہ ان کو قتل کرو، ان کا قتل واجب ہے۔ نعوذ باللہ۔

کیا یہ حرکتیں اس زمانے میں اُس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتیں جس کا ڈیون پورٹ نے بھی ذکر کیا ہے۔ جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ تھا۔ کیا یہ حرکتیں زمانے کے بگڑنے کی طرف اشارہ کرتی ہیں یا دنیا کے ہدایت یافتہ ہونے اور آسمانی پانی سے فیض پانے کی طرف؟ کیا یہ علماء ہیں جو دنیا کو ہدایت دیں گے؟ کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جہالت میں ڈوبے ہوؤں نے آپ سے فیض پایا تو انسانیت کے اعلیٰ ترین معیاروں کو انہوں نے چھوا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے باخدا انسان بنے، یا ظلمتوں کی گہرائیوں میں گرے اور خدا سے تعلق میں کمی ہوئی؟ یقیناً ایک انقلاب اُن میں پیدا ہوا جس سے وہ بااخلاق اور باخدا انسانوں کے زمرہ میں آئے اور بلکہ پھر خدا نما انسان بنے۔

پس آج عامۃ المسلمین کیلئے بھی غور کرنے کا مقام ہے کہ جن علماء کے پیچھے چل کر وہ یہ حرکتیں کر رہے ہیں، جن کے پیچھے وہ چل رہے ہیں۔ کیا ان علماء کی اپنی حالتوں پر انہوں نے غور کیا ہے؟ اُن کی اخلاقی اور روحانی حالت انہوں نے دیکھی ہے؟ کیا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ اُنہیں بااخلاق بنا سکیں؟ کیا اس قابل ہیں، کیا اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ بااخلاق بنائیں کجا یہ کہ باخدا بنائیں یا خدا نما بنائیں؟ یہ تو خود اپنی نفسانی خواہشات میں گرفتار ہیں۔ یہ کیا دنیا کو خدا کی طرف لانے والے بنیں گے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو کھڑے پانی کے تالابوں کی طرح ہیں جس میں سوائے گند کے اور کچھ نہیں۔ جن میں تازہ پانی نہ شامل ہونے کی وجہ سے تعفّن پیدا ہو جاتا ہے۔ جو آبِ شفا کی بجائے بیماریوں کے آماجگاہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثریت اُن لوگوں میں شامل ہے جو اسی قابل ہیں، جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اُس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اُن کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اُٹھیں گے اور اُن میں ہی لوٹ جائیں گے۔

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جزء 3 صفحہ 317-318۔ باب الثامن عشر من شعب الایمان وھو باب فی نشر العلم و ألا یمنعہ أھلہ، فصل قال وینبغی لطالب العلم...... حدیث نمبر 1763 مکتبۃ الرشد ریاض طبع دوم 2004ء)

یعنی تمام خرابیوں کا یہ لوگ سرچشمہ ہیں۔ پس آجکل ان لوگوں کی یہی حالت ہے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا، جب آپ مبعوث ہوئے تب بھی ان نام نہاد علماء کی یہی حالت تھی اور آج بھی ان کی یہی حالت ہے۔ اب جو نقشہ ڈیون پورٹ نے اُس زمانے کے عیسائیوں کا کھینچا تھا، بعینہٖ وہی نقشہ آپ کو آجکل کے علماء میں نظر آتا ہے۔ بہت کم شاید شاذ ہی ہیں جو حق بات کہتے ہیں یا حق بات کہنا اور سننا چاہتے ہیں۔ سب کے اپنے مفادات ہیں اور وہ ان مفادات کے حصول کیلئے تمام حدوں کو پھلانگ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا جو نقشہ ڈیون پورٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا کھینچا ہے، وہی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا تھا اور ہے، آج بھی وہی قائم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانے کی پیشگوئی فرمائی تھی اور جو حدیث کا ترجمہ میں نے بیان کیا، وہ بھی یہی زمانہ تھا۔ حرف بہ حرف ہر چیز ان پر پوری ہو رہی ہے۔ یہ بات صرف ہم احمدی نہیں کہتے، کسی غرض اور مطلب کیلئے نہیں کہتے، صرف اپنی تبلیغ کیلئے نہیں کہتے یا صرف الزام تراشی نہیں کر رہے بلکہ ہر انصاف پسند مسلمان یہی کہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی کہتا تھا اور آج بھی یہی کہتا ہے۔ اس کے بھی چند نمونے مَیں پیش کر دیتا ہوں جو ان کے اپنے علماء کے ہیں جنہوں نے اس زمانے میں بہرحال حق بات کہی۔

نواب نور الحسن خان صاحب اپنی کتاب اقتراب الساعۃ میں فرماتے ہیں کہ: ’’خلق کا یہ حال ہے کہ جو لوگ اچھے کام رات دن کرتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ یا جو مال اپنے اوپر یا اپنے گھر بار پر صَرف کرتے، اُٹھاتے ہیں، اس میں بھی تو ان کی نیت مطابق شرع کے نہیں ہوتی۔ یا تو دکھانا، سنانا، ناموری حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، یا اسراف و تبذیر میں گرفتار ہوتے ہیں۔‘‘

پھر کہتا ہے کہ ’’وہ دن گئے کہ لوگ دین کے پیچھے دنیا پر لات مارتے تھے۔ اب تو جو کام دین کے پردے میں بھی ہوتا ہے وہ بھی غالباً دنیا طلبی ہی کیلئے ہوتا ہے۔ پس اس جدال و قتال کو کس طرح جہاد دین سمجھا جاوے۔ غزوہ فی سبیل اللہ ٹھہرایا جاوے۔ عوام تو جب سے دنیا ہے تب ہی سے کالانعام ہو رہے ہیں۔ خواص میں چراغ لے کر، مشعل جلا کر ڈھونڈو گے تو ہزار میں ایک بھی بے ریاء و سمع نہ ملے گا۔ یہ بڑے بڑے فقیر، یہ بڑے بڑے مدرّس، یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری، خدا پرستی کا بجا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے روشنی نہ ہو

تب تک انسان کو یقین نہیں ملتا، اس کی باتوں میں تناقض ہوگا

(ملفوظات، جلد ششم، صفحہ 226، ایڈیشن 1984ء)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ تریپور، صوبہ تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

تقویٰ کا مرحلہ بڑا مشکل ہے اُسے وہی طے کر سکتا ہے

جو بالکل خدا تعالیٰ کی مرضی پر چلے جو وہ چاہے وہ کرے اپنی مرضی نہ کرے

(ملفوظات، جلد ششم، صفحہ 227، ایڈیشن 1984ء)

طالبِ دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

رہے ہیں، ردّ حق اور تائید باطل، تقلید مذہب، تقلید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے، نفس کے مرید، ابلیس کے شاگرد ہیں۔“

(اقتراب الساعۃ۔ ازنواب نورالحسن صاحب۔ صفحہ 7-8۔ مطبع مفید عام آگرہ۔ 1301ھ)

پھر لکھتے ہیں: ”ان کی دوستی، دشمنی ان کے باہم کا ردّ وکدّ فقط اسی حسد کیلئے ہے۔ نہ خدا کیلئے، نہ امام کیلئے، نہ رسول کیلئے۔ علم میں مجتہد مجدد ہیں لیکن حق، باطل، حلال، حرام میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ غیبت، سبّ وشتم، خدیعت وزُور، دغا اور فریب اور جھوٹ، کذب وفجور، افتراء کو گویا صالحات باقیات سمجھ کر رات دن بذریعہ بیان وزبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔ یہی زبان ذریعہ ان کی معاش کا ہے۔ تھوڑا بہت ڈر خدا کا اگر کسی کو ہے تو اُنہیں بیچارے غرباء، موحدین، متبعین سنّت کو ہے جن کو سب نے اپنے خیال خام میں ناکام سمجھ رکھا ہے۔“

(اقتراب الساعۃ ازنواب نورالحسن خان صاحب صفحہ 8-7 مطبع مفید عام آگرہ 1301ھ)

پس کیا یہ حالات وہی نہیں جو اُس وقت تھے جب پانی اترا اور جس زمانے کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ پھر یہ وضاحت اس لئے نہیں فرمائی تھی کہ بس اب خشکی ہو جائے گی اور اسلام ختم ہو جائے گا نعوذ باللہ، بلکہ اس لئے وضاحت فرمائی تھی کہ اس زمانے میں پانی کی تلاش کرنا۔

پھر نواب صدیق حسن خانصاحب جنہیں مشہور اہلحدیث رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب مجدد بھی کہا کرتے تھے۔ یہ نواب صدیق صاحب نے خودنوشت سوانح ابقاء المنن بالقاء المحن میں لکھتے ہیں کہ ”میرے زمانہ آفت نشانہ میں علمائے آخرت روئے زمین سے بالکل مفقود ہو گئے ہیں۔ اب جو لوگ اپنے آپ کو اہل علم کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں یہ سب عشاق دنیا ہیں۔ اُن کا شغل تحصیل کتاب کے بجائے استحصال مال وخطاب ہے۔ رات دن فنون جہالت میں مشغول رہتے ہیں۔ خواص نے عوام کا شیوہ اختیار کر لیا ہے اور عوام تو پہلے ہی کالانعام ہیں۔ منجیات ومعروفات، نقش ونگار طاق نسیاں ہو گئے ہیں۔“ (علم وعرفان تو بالکل ختم ہو چکی ہیں) ”مہلکات و منکرات حسنات قرار پا گئے ہیں۔ قیامت کی چھوٹی علامتوں کا ایک مدت دراز سے ظہور ہو چکا ہے۔ اب چودھویں صدی کے آغاز میں ہر طرف سے قیامت کی بڑی علامتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور جَو کی بھوسی یا کھجور کے چھلکے کی طرح لوگ نکمّے اور ناکارہ ہو جائیں گے“ اور پھر لکھتے ہیں کہ ”اُس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔“

(اِبْقَاءُ الْمِنَنِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَنِ خودنوشت سوانح حیات نواب محمد صدیق حسن خان صفحہ 287-286 ناشر دار الدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور ایڈیشن اوّل دسمبر 1986ء)

پھر ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ”قادیانیت“ میں لکھتے ہیں۔ کتاب لکھی تو ہمارے خلاف ہے لیکن ان سے حق بات بہرحال کہی گئی۔ لکھتے ہیں: ”عالم اسلام مختلف دینی واخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا۔ اُس کے چہرے کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا جو اُسکے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا۔ قبریں اور تعزیے بے محابا بج رہے تھے۔ غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دہائی دی جاتی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا۔ خرافات اور توہّمات کا دور دورہ تھا۔ یہ صورتحال ایک ایسے دینی مصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی جو اسلامی معاشرے کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اُس کا تعاقب کرے۔ جو پوری وضاحت اور جرأت کے ساتھ توحید وسنت کی دعوت اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کا نعرہ بلند کرے۔“ (قادیانیت مطالعہ وجائزہ از سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ 180-181 مجلس نشریات اسلام کراچی)

لیکن سب کے باوجود جیسا کہ مَیں نے کہا ان کی بدقسمتی کہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کے انکاری ہیں۔

پھر اُس زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے سید ابوالحسن ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اُس وقت مسلمانوں کی اخلاقی حالت بعینہٖ وہ تھی جو قوموں کے انحطاط اور حکومتوں کے زوال وتداخل کے موقع پر ہوتی ہے۔ اُن کی معاشرت اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ مؤرخ کا قلم بھی اس کی تصویر کھینچتے شرماتا ہے۔ فسق ومعصیت ان کے آداب وتہذیب میں داخل ہو کر معاشرت کا جزو بن گئی تھی اور وہ اس پر اعلانیہ فخر کرتے تھے۔ شراب نوشی کی لت بھی پائی جاتی تھی۔ نشہ آور چیزوں، افیون، بھنگ، تاڑی وغیرہ کا استعمال بھی تھا جس سے اخلاق کے ساتھ قوائے عقلیہ اور صحت بھی خراب ہو رہی تھی۔ بازاری عورتیں دینی مجالس سے لے کر ہر مجلس کی زینت تھیں۔“

(تاریخ دعوت وعزیمت از سید ابوالحسن علی ندوی حصہ ششم جلد اوّل صفحہ 70 مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

دینی مجالس میں بھی بازاری عورتیں آتی تھیں، یہ خود بیان فرماتے ہیں۔ پھر بھی کہتے ہیں پانی کی ضرورت نہیں تھی، یا ہم دنیا کی اصلاح کریں گے۔

پھر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اس ملک کی اسلامی آبادی کا سوادِ اعظم اُن تمام مشرکانہ اور جاہلانہ رسوم وعقائد میں گرفتار رہا جو اسلام قبول کرنے سے پہلے اُن میں رائج تھے“۔ کہتے ہیں کہ: ”جو مسلمان باہر سے آئے تھے اُن کی حالت بھی ہندوستانی نومسلموں سے کچھ زیادہ بہتر نہ تھی۔ نفس پرستی اور عیش پسندی کا گہرا رنگ اُن پر چڑھ چکا تھا“۔ کہتے ہیں کہ ”خالص دینی جذبہ اُن میں سے بہت کم، بہت ہی کم لوگوں میں تھا۔“

پھر کہتے ہیں کہ ”گیارھویں صدی ہجری میں انحطاط اپنی آخری حدوں کو پہنچ چکا تھا۔ بارہویں صدی کے ابتدا میں وہ تمام کمزوریاں یکا یک نمودار ہو گئیں جو اندر ہی اندر صدیوں سے پرورش پا رہی تھیں۔“ پھر لکھتے ہیں کہ ”قومی اور اجتماعی مفاد کا تصور اُن کے دماغوں سے نکل گیا۔ انفرادیت اور خودغرضی بری طرح اُن پر مسلط ہو گئی۔ اُن میں ہزار در ہزار خائن اور غدار پیدا ہوئے۔ اُن میں لاکھوں بندگانِ شکم پیدا ہوئے جن سے ہر دشمنِ اسلام تھوڑی سی رشوت یا حقیر سی تنخواہ دے کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدسے بدتر خدمت لے سکتا تھا۔ اور ملّت کے نام پر جب کبھی ان سے اپیل کی گئی تو وہ پتھروں سے ٹکرا کر واپس آئی۔“

(تحریک آزادی ہند اور مسلمان حصہ اول از سید ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ 41 تا 43 ناشر اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور ایڈیشن 2005ء)

پس یہ اپنے حالات خود بیان فرما رہے ہیں۔ پس ایسے وقت میں اور حالات میں کیا کسی آسمانی وجود کی ضرورت نہیں تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورے ہونے کا ہر کوئی اعتراف کر رہا تھا۔ حدیث کے الفاظ کے ساتھ ان کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جس بدترین مخلوق کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے کیا اسکے وجود کا یہ خود ہی اعتراف نہیں کر رہے تھے۔ جب یہ سب کچھ ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا لفظ لفظ پورا ہو رہا ہے اور خود بھی یہ بعینہٖ اُنہی الفاظ میں پورا ہونے کا اعتراف بھی کر رہے ہیں جس کے چند نمونے مَیں نے پیش بھی کئے ہیں۔ اگر دیکھیں تو ان علماء اور فضلاء کی کتابیں اس سے بھی زیادہ خوفناک انداز میں اس صورتحال کی تصویر کشی کر رہی ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جب امام نے دعویٰ کیا تو یہ اعتراف کرنے والوں نے خود ہی اُسے ردّ کر دیا۔ وہ پانی جو آسمان سے جب اترا تو اُس نے اعلان کیا کہ ؎

مَیں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 145)

تو اس پر کفر کے فتوے لگا کر عوام کو اُس امام سے متنفر کرنے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھول گئے کہ جب ایسے حالات ہوں گے، مسیح موعود کا دعویٰ ہو گا، امام الزمان آئے گا تو میری پیروی اور اتباع میں، میرا یہ تمہیں، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ میری پیروی اور اتباع میں آئے گا، اُسے جا کر میرا اسلام پہنچانا۔

(مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃؓ جلد 3 صفحہ 182 حدیث نمبر 7957 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات بھی سو فیصد سچ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن آخرین کو پہلوں سے ملانے کی خوشخبری دی تھی، اُن کے زمانے میں ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا۔ اور یہ آخرین کی جماعت ہی ہے جو اُسے ثریا سے زمین پر واپس لائے گی۔ جو نقشہ یہ علماء خود عوام الناس کا کھینچ رہے ہیں کیا یہ ایمان کے ثریا پر جانے کے برابر نہیں ہے؟

پس کب تک اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اعتراف کرنے کے باوجود مفاد پرست علماء کی ایک کے بعد دوسری نسل عوام الناس کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم رکھنے کی کوشش کرتی رہے گی۔ اے مفاد پرستو! ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول اور اُسکے دین کی اشاعت اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کے ذریعے ہی ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے، اپنی کوششوں سے نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد کتنی کوشش ہوئی ہے۔ نام نہاد علماء اور فضلاء بلکہ حکومتیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو ختم کرنے کیلئے کتنی کوششیں کر چکے ہیں۔ لیکن کیا کامیاب ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی جماعت کی ترقی کی رپورٹ توکل میں نے آپ کو بیان کی تھی جس کا پانچواں حصہ بھی مَیں بیان نہیں کر سکا تھا۔ مَیں نے مختصر لیا تھا۔ یہ تو ایک جھلک تھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی تھی اور دنیا بھی سن رہی تھی۔ ہمارے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے سنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا تو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب تسلی دی کہ اِنِّیْ مَعَکَ (تذکرہ صفحہ 624 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ) تو پھر اس معیت کا اظہار اس شان سے کیا کہ آج دوصد ممالک سے زائد ممالک میں اس بارش کا پانی برس رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اَنْتَ مِنْ مَّآءِنَا وَھُمْ مِنْ فَشَلٍ (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 5) کہ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل ہیں یعنی بے کار، بزدل اور ناکارہ ہیں۔ جو خدا کے پانی سے ہے اُس نے دنیا کو سیراب کرنا ہے اور اس پانی کے فیض کو ان مخالفین کی کوئی تدبیر روک نہیں سکتی۔ ہاں بزدلانہ کارروائی اور چھپ چھپ کر حملے اور مغلظات بکنا تا کہ ترقی میں روڑے ڈالنے کی کوشش کریں، یہ تو یہ لوگ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، کرتے رہیں گے جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر آیا ہوں۔ لیکن ان لوگوں سے احمدیت کی ترقی نہ کبھی رُکی اور نہ رُک سکتی ہے۔ انشاء اللہ۔ لیکن یہ لوگ یہ بھی تو دیکھیں کہ کیا انہوں نے کبھی ان کو عقل نہیں دی۔ پڑھے ہوئے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں، ان کی مسجدوں میں جاتے ہیں، ان کے خطبات سنتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں، تو کیا ان کے لوگوں کو کسی نے عقل نہیں دی کہ یہ دیکھیں کہ کیا انہوں نے احمدیوں کی مخالفت کر کے امت مسلمہ کی کوئی اصلاح کر لی ہے؟ کہاں اصلاح نظر آتی ہے؟ کیا تبلیغی میدان میں اسلام کی تبلیغ کر کے انہوں نے کوئی خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے والے پیدا کئے ہیں؟ کیا قربانی کے جذبہ کے تحت قرآنِ کریم کی دنیا میں اشاعت کیلئے ان لوگوں نے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمے کر کے دنیا کے ہر فرد تک خدا تعالیٰ کا کلام پہنچانے کی جوت لوگوں کے دلوں میں جگائی ہے؟ اگر حکومتوں کے تیل کے پیسے سے چند مدرسے کھول لئے یا مخالفین اسلام کی مدد سے امن کے نام پر چند مدرسے کھول کر احمدیت کی مخالفت اور دہشت گردی کے لئے کچھ لوگ تیار کر لئے تو نہ تو یہ اسلام کی تعلیم ہے، نہ ہی رحمۃ للعالمینؐ کی بعثت کا مقصد ہے۔ اور کیا اسلام کے یہ نام نہاد علمبردار جو کوششیں کر رہے ہیں، اس نے امت مسلمہ کی بے چینی کو دور کر دیا ہے؟ یقیناً نہیں کیا۔ بے چینی پہلے سے بڑھ کر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اسلام کی جس حالت کا نقشہ آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے علماء نے کھینچا تھا یا پچاس ساٹھ سال پہلے کھینچا تھا، وہ آج بھی وہی نظارہ پیش کر رہا ہے۔ ہاں اگر دنیا میں اسلام کی حقیقی تصویر کا کوئی نظارہ نظر آ رہا ہے جس کو دیکھ کر دنیا اسلام کی خوبیوں کی معترف ہو رہی ہے تو وہ وہ اسلام ہے جو مہدی دوران نے پیش کیا ہے، جس کو دیکھ اور سن کر لاکھوں عیسائی مسلمان ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا آج بھی امّتِ مسلمہ کا وہی نقشہ یہ لوگ خود بیان کر رہے ہیں۔ یہ ہماری زبانی باتیں نہیں ہیں۔ وقتاً فوقتاً اس کا اظہار ان لوگوں سے ہوتا رہتا ہے۔

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے......آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/جون 2004ء)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمارے مردوں کو، ہماری عورتوں کو، ہمارے بچوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے نوجوانوں کو، ہمارے بوڑھوں کو اپنے اُس دشمن کی فکر کرنی چاہئے جو انہیں تقویٰ میں آگے بڑھنے سے روک رہا ہے، اُنہیں نیکیوں میں آگے بڑھنے سے روک رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16/ستمبر 2011ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

اسکے بھی چند نمونے پیش کر دیتا ہوں۔

سندھ کے معروف عالم دین مولانا سید قاسم شاہ صاحب راشدی بیان کرتے ہیں کہ ”قرونِ اولیٰ میں اختلافات کے باوجود کوئی امت سے نہ خود کٹتا تھا نہ کسی کو کاٹتا تھا۔فکری اعتبار سے مختلف مکاتبِ فکر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ سب اس امت کا حصہ تھے۔ہمارے ہاں تشدد پسند جو مستقل نفرتیں بڑھا رہے ہیں، حنفی تو دور رہ گئے، خود اہل حدیث، اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے تیار نہیں۔کیوں؟ جناب یہ بسم اللہ آہستہ پڑھتا ہے، یہ رکوع کے بعد ہاتھ کھولتا ہے۔“ لکھتے ہیں کہ ”میرے والد صاحب نے ایک مرتبہ افسوس کا ظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا۔بیٹا ہم ساری دنیا کو کہتے تھے، یہ کافر، یہ مسلمان نہیں، اُن کی نمازیں نہیں اور اللہ نے خود ہم میں سے ایسے لوگ پیدا کئے جنہوں نے کہا تم بھی مسلمان نہیں ہو، تمہاری بھی کوئی نماز نہیں۔ہمیں آنکھیں کھولنا چاہئیں۔“ (ماہنامہ ضربِ حق، ماہِ نومبر 2004ء صفحہ 1 جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 8)

ان کا یہ حوالہ ”ضرب حق“ ایک رسالہ ہے اُس میں نومبر 2004ء کا چھپا ہوا ہے۔ پھر یہی رسالہ ماہنامہ ”ضرب حق“ ہے جو اپریل 2004ء کے شمارے کے اداریے میں لکھتا ہے کہ: ”سوال کیا جاتا ہے کہ مسلمان مسلمان ہونے کے باوجود کیوں پٹ رہا ہے؟“ دنیا سے مار کیوں کھا رہا ہے؟ ”اسلام کا اتنا بڑا اثاثہ رکھنے کے باوجود ہم کیوں محکوم ہیں اور سب سے بڑی سچائی اور حقیقت دینِ حق، دینِ اسلام سے تعلق رکھنے کے باوجود ہم ذلت سے کیوں دوچار ہیں؟“ اس کا سیدھا سادہ جواب ہے۔ خود ہی کہتے ہیں، خود ہی جواب دے رہے ہیں، کہتے ہیں ”اس کا سیدھا سادہ جواب تو یہی ہے کہ ہم نے جو کلمہ پڑھا ہے، جس کے ہم دعویدار ہیں، جس کی بنیاد پر ہم اپنے آپ کو صرف ایک خدا کا بندہ سمجھتے ہیں۔قرآنی آیات میں ہمارے دعووں کی واضح طور پر تردید موجود ہے۔“ہم کرتے تو ہیں لیکن قرآن میں یہ تردید موجود ہے۔تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے۔“ پھر کہتے ہیں کہ ”جب تک ہم اپنی نفسانی خواہشات کو اسلام کے تابع نہیں بنائیں گے، جب تک ہم اسلامی معاشرہ تشکیل نہیں دیں گے، اور اپنے طرزِ حکمرانی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں بدلیں گے اور جب تک ہم اغیار کی چاکری کرنا نہیں چھوڑیں گے ہمیں ہمارا برائے نام مسلمان ہونا کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا بلکہ ہم اپنے اس نام کی برکت سے دنیا بھر کی طاغوتی طاقتوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنیں گے۔“

پھر لکھتے ہیں کہ: ”ہم نے گرپٹنے سے بچنا ہے، ذلت سے بچنا ہے اور طاغوتی طاقتوں کے انتقام سے بچنا ہے تو ہمارے لئے دو راستے ہیں کہ یا تو ہم مسلمانی اور اسلام کا نام وشان چھوڑ دیں۔“ مسلمان اسلام چھوڑ دیں، پھر ہی بچ سکتے ہیں۔ ”یا پھر اسلامی تعلیمات کا صرف نام لینے کی بجائے اس کو من حیث القوم عملی جامہ بھی پہنائیں۔اسلامی نظام خلافت کے قیام کے بغیر مسلم حکمرانوں کے برائے نام اسلام دھوکہ اور خسارہ ہے۔مُلّاں ازم کا اسلام تفرقے ہیں۔ جماعتیں ہیں، تنظیمیں ہیں اور اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کو اسلام کا نام دیا ہے۔ یہ ملاں کی خود ہی تعریف کر رہے ہیں۔“یہ بھی دھوکہ ہے، خسارہ ہے اور وبال جان ہے۔“ پھر لکھتے ہیں کہ ”اسلام اسلام ہے جو انسانوں کو بدلتا ہے۔“ اسلام تو وہ اسلام ہے جو انسانوں کو بدلتا ہے، جو باخدا انسان بناتا ہے۔ جو خدانما انسان بناتا ہے۔“ کہتے ہیں کہ ”حقیقی اسلام معاشرتی اقدار کو بدلتا ہے، ملکی حالات کو بدل دیتا ہے اور بین الاقوامی رویوں کو بدلتا ہے۔“

(ماہنامہ ضربِ حق کراچی ماہِ اپریل 2004ء صفحہ 2 کالم نمبر 1 جلد 8 شمارہ نمبر 2)

یہی اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا پیش کر چکا ہے۔ آسمانی پانی کا انکار کرو گے تو یہی کچھ ہوگا جو تم لوگوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔

پھر نوائے وقت اپنے ایک ایڈیشن میں لکھتا ہے کہ ”ہمیں دینِ اسلام سے وہ برکات حاصل نہیں ہورہیں جو دورِ خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ اُس وقت ہمیں عدل، امن، اخوت، محبت، خوشحالی، اتحاد، غلبہ دین حق جیسی برکات حاصل تھیں۔ آج ہم عدل کے بجائے ظلم، امن کے بجائے بدامنی اور بے سکونی، اخوت کے بجائے تعصب، محبت کے بجائے نفرت، خوشحالی کے بجائے پسماندگی اور درماندگی، اتحاد کے بجائے انتشار اور غلبہ کے بجائے مغلوبیت سے دوچار ہیں۔ کس قدر عظیم سانحہ ہے یہ۔مسلمان دنیا میں مغلوب اُس وقت ہوتے ہیں جب وہ اللہ کی نصرت سے محروم اور مومن نہ رہیں۔“

(نوائے وقت ملّی ایڈیشن (لاہور) مؤرخہ 25 جون 2004ء صفحہ 13)

پھر نوائے وقت نے ہی اس عنوان سے کہ ”ہم ہیں آج کیوں ذلیل“ لکھا کہ ”ہم سورۃ بقرہ کی آیت 61 میں وارد شدہ الفاظ، ان پر ذلت اور مسکنت تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھِر گئے، کو پڑھتے ہوئے اطمینان سے گزر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ یہودیوں کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔لیکن اگر موجودہ حالات کا معروضی مطالعہ کیا جائے تو اس وقت ان الفاظ قرآنی کے مصداق کامل مسلمان ہیں نہ کہ یہود۔“

پھر لکھتے ہیں کہ ”واضح رہے کہ ذرا سی تقدیم وتاخیر کے ساتھ یہ مضمون سورۃ آل عمران کی آیت 112 میں بھی وارد ہوا ہے۔اسی طرح سورۃ فاتحہ کی آخری آیت کی تفسیر کے ضمن میں اس امر پر مفسرین کا تقریباً اجماع ہے کہ مغضوب علیہم کی عملی تفسیر یہود ہیں اور ضالین کی نصاریٰ ہیں۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اگرچہ مؤخر الذکر یعنی عیسائیوں کا گمراہ ہونا تو یقیناً اب بھی صد فیصد درست ہے لیکن مغضوب علیہم کی عملی تفسیر تو اس وقت یہود نہیں، مسلمان ہیں۔“

پھر لکھتے ہیں کہ: ”الغرض ہماری کیفیت اس وقت بالکل وہی ہے جس کا نقشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں کھینچا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ نہایت کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود تمہاری حیثیت سیلاب کے ریلے کے اوپر جھاگ سے زیادہ نہیں رہے گی۔ان لطیف حقائق پر مستزاد یہ تلخ واقعات تو نگاہوں کے عین سامنے موجود ہیں کہ مغرب ہو یا مشرق، اس وقت ساری دنیا میں مسلمان شدید ترین مصائب و آلام سے دوچار ہیں۔گویا عزت ووقار کے ساتھ غیرت ملی کا جنازہ بھی نکل چکا ہے۔اور سوا ارب سے زیادہ افراد پر مشتمل عالمی ملّت اسلامیہ اس وقت بالفعل کہ ”غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے“ کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ سوچئے کہ الفاظِ قرآنی ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے، کہ مصداق اس وقت ہم نام نہاد مسلمان ہیں یا یہود۔“ (نوائے وقت (لاہور) مؤرخہ 16 اپریل 1993ء صفحہ 4)

یہ خود ان کا اعتراف ہے۔نوائے وقت 16/اپریل 1993ء میں انہوں نے یہ لکھا تھا۔

پس یہ باتیں جن کو یہ خود بیان کر رہے ہیں کیا اُن کو اس بات کے سوچنے پر مجبور نہیں کرنی چاہئیں کہ سب کچھ تو ہے اور ان حالات میں ایک شخص خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر اُس کی طرف اپنے آپ کو منسوب بھی کر رہا ہے۔خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر چیلنج کر رہا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اگر کوئی شک ہے تو میرے سے مقابلہ کر لو۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ خدا تعالیٰ کے کہنے سے کہہ رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اس اُمّت کا اس لئے خاتم الخلفاء بنا کر بھیجا ہے کہ مَیں اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا عاشقِ صادق ہوں۔ میں آپ کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کئے گئے وعدے کے مطابق آیا ہوں۔میرا انکار تمہیں انہی نتائج کا حامل بنائے گا جن سے تم گزر رہے ہو۔سن لو اور یاد رکھو کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اب میرے ذریعے سے ہی خدا تعالیٰ نے مقدر کر دی ہے۔کیا تم لوگوں کو اب بھی عقل نہیں آئی کہ اپنی تمام تر کوششوں اور اپنی حکومتوں کی مدد، اپنی دولت کی مدد کے باوجود تم جماعت کی ترقی کو نہیں روک سکے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو نہیں روک سکے۔ پس سوچو اور غور کرو کہ اگر یہ کسی انسان کا قائم کردہ سلسلہ ہوتا تو کب کا تباہ و برباد ہو چکا ہوتا۔ پس عقل کرو اور آسمان سے اترے ہوئے اس پانی سے فیض اٹھاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار آسمانی پانی کی ضرورت کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی آمد کا مقصد بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نر و مادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنویں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے اور اُس کی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے۔اسی واسطے فرمایا۔ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید:18) اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اتر جاتا ہے۔لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے۔“

فرمایا ”اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہوجائیں۔اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نورِ قلب ہر انسان کو دیا ہے اور اس کے دماغ میں عقل رکھی ہے جس سے وہ برے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔لیکن اگر نبوت کا نور آسمان سے نازل نہ ہو اور یہ سلسلہ بند ہوجاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نورِ قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نورِ نبوت سے روشنی پاتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلنی شروع ہوجاتی ہیں اور ہر تخم پیدا ہونے لگتا ہے اسی طرح پر نورِ نبوت کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نورِ فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ علی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے۔لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نورِ نبوت کے طفیل ہے۔“

فرمایا: ”جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مرجاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔یہی قانون نزول وحی کے متعلق ہے۔رَجْع پانی کو کہتے ہیں حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے لیکن آسمان کو ذَاتِ الرَّجْعِ کہا ہے۔ اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے۔ چنانچہ کہا ہے، (فارسی کا شعر ہے) ؎

باراں کہ در لطافت طبعش دریغ نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس“

(کہ بارش سے جس کی فطرت لطافت کے خلاف نہیں ہے، باغ میں لالہ کا پھول اُگتا ہے اور بنجر اور کلر زدہ زمین میں کانٹے اُگتے ہیں) فرمایا کہ ”جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے وہی نزول وحی کے وقت ہوتی ہے۔ دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید۔“ (یعنی غبی اور نادان)۔ ”مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں اور صادق کا ساتھ دے دیتے ہیں۔ لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دیکھو مکہ معظّمہ میں جب وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا کلام اترنے لگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابوجہل ایک ہی سرزمین کے دو شخص تھے۔ ابوبکرؓ نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعویٰ سنتے ہی اٰمَنَّا کہہ کر ساتھ ہولیا۔ مگر ابوجہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور آخر خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے آکر ذلّت کے ساتھ ہلاک ہوا۔“

فرمایا کہ: ”غرض خدا تعالیٰ کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکال دیتی ہے۔طیب اور خبیث میں امتیاز کر کے دکھا دیتی ہے۔وہ بہار کا موسم ہوتا ہے۔اُس وقت ممکن نہیں کہ کوئی تخم شگفتگی کیلئے نہ نکلے۔لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور سعید الفطرت اپنی جگہ پر نمودار ہوتے ہیں اور خبیث الگ اور اس سے پہلے وہ ملے جلے ہوئے ہوتے ہیں جیسے گندم اور بھگاٹ کے دانے ملے ہوئے تو رہتے ہیں۔“ بھگاٹ ایک قسم کی جڑی بوٹی ہوتی ہے، گندم میں اُگتی ہے۔ ”لیکن جب زمین سے نکلتے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں۔ مالک گندم کی حفاظت کرتا ہے اور بھگاٹ کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔“ فرمایا کہ ”پس نزول وحی کے ثبوت کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے جس کو

باقی صفحہ نمبر 18 پر ملاحظہ فرمائیں

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

IRS
INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

جب ہر مرد ابراہیمی نمونے پر چلنے کی کوشش کرے گا اور جب ہر عورت حضرت ہاجرہ کے نمونے کو اپنانے کیلئے تیار ہوگی اور ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کیلئے تیار ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کیلئے

اِس زمانہ کے ابراہیم کو اگر ہم نے مانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اسماعیل بننے کی کوشش کرنی ہوگی، ہر عورت کو ہاجرہ بننے کی کوشش کرنی ہوگی

خلاصہ خطبہ عیدالاضحیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31/جولائی 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آج عیدالاضحیٰ ہے۔ وہ عید جو قربانی کی عید کہلاتی ہے۔ تمام مسلمان اسے بڑے شوق سے آج منا رہے ہیں۔ اُس قربانی کی یاد کو تازہ رکھنے کیلئے جو چار ہزار سال سے بھی زائد عرصہ پہلے ہوا تھا۔ مسلمان ابتدائے اسلام سے اس قربانی کی عید کو مناتے چلے آرہے ہیں اور اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایک مومن کے دل میں اس قربانی کی اہمیت اور اس کی یاد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ عموماً انسان اپنی تکلیفیں یا غم کچھ عرصے بعد بھول جاتا ہے، یاد نہیں رہتا کہ کس غم اور تکلیف سے میں گزرا تھا، پھر دنیا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر کے قربانی کا ایک معیار ہمیشہ کیلئے قائم فرما دیا اور پھر ایک مومن کو اس معیار کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرما کر ایک مومن کیلئے، ایک مسلمان کیلئے اسکی یاد تا قیامت قائم کر دی ہے۔ کیا اعلیٰ معیار ہے کہ آج بھی جب ہم اس واقعہ کو سنتے ہیں اس پر غور کرتے ہیں تو دل جذبات سے بھر جاتا ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک شخص کو بڑھاپے میں اولاد عطا ہوتی ہے اور اسکی عمر بھی اس وقت نوّے سال کی یا اسکے قریب ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب میں حکم ہوتا ہے کہ اپنے لڑکے کو ذبح کر دو اور اس حکم پر اس کے ظاہری معنی لیتے ہوئے وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا اور حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا یہ کیا ہی اعلیٰ معیار ہے، کیا ہی اعلیٰ مقام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہ اس حکم کو سن کے اس لڑکے کو لٹا کر پھر چھری پھیرنے کو تیار ہو گئے۔ اور پھر باپ ہی اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوا کہ اس کا ایک روحانی مقام تھا بلکہ اس بیٹے نے بھی بچہ ہونے کے باوجود اس بات کو تسلیم کر لیا کہ ٹھیک ہے اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں ذبح کیا جاؤں تو میں حاضر ہوں۔ اس بچے کے جواب کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محفوظ کر لیا اور اس بچے کا یہ جواب کہ:

یٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ یعنی اے میرے باپ! جو کچھ خدا کہتا ہے وہی کر۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا اور صبر کرنے والا دیکھے گا۔

پس اگر ہم غور کریں تو کون ہے جو اس جواب سے متاثر نہ ہو۔ بوڑھوں کیلئے قربانی دینے کی مثال قائم کی نوّے سالہ بوڑھے نے۔ بچوں اور نوجوانوں کیلئے مثال قائم کی ایک بچے نے۔ پس یقیناً جب ہم یہ واقعات سنتے ہیں اور پڑھتے ہیں تو جذبات سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں مگر ہمارے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں اسکے ساتھ اپنے اُس عہد کا کہ ہر قربانی کیلئے تیار رہوں گا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ حلیمٌ اور أَوَّاهٌ تھے، بہت نرم دل تھے، دل رحم سے بھرا ہوا تھا اور جب یہ حالت تھی تو کیا ان کے دل میں بیٹے کیلئے درد پیدا نہ ہوا ہوگا؟ یقیناً پیدا ہوا ہوگا لیکن اس وقت اپنے اس ذاتی درد اور محبت کو ایک طرف رکھ کر انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کو ہر چیز پر مقدّم کر لیا اور اس چیز نے انہیں دوسروں سے پھر ممتاز بھی کر دیا اور یہی امتیاز ہے اور اللہ تعالیٰ سے وفا اور محبت اور قربانی دینے کا یہ معیار ہے جسکی وجہ سے تا قیامت جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی ذکر ضرور ہوگا۔

صرف یہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی نہیں ہے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھی قربانی تھی۔ وہ کیوں اس قربانی کیلئے تیار ہوئے؟ اس لیے کہ انہیں خدا تعالیٰ سے محبت کا خاص ادراک حاصل ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو اللہ تعالیٰ نے ایک امتیازی نشان بنا دیا اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے درد اور غم کے جذبات پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو غالب کر لیا کہ خدا تعالیٰ نے اس قربانی کیلئے مجھے چنا ہے۔ قربانی کر کے اس سوچ کو دل و دماغ پر حاوی کیا کہ میری قربانی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس قربانی دینے کے قابل سمجھا۔ پس ہم جب ہر قربانی کیلئے تیار رہنے کا عہد کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس سوچ کو اپنے دل و دماغ پر حاوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری قربانی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں توفیق عطا کی۔ صرف ایک دفعہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں سے فیضیاب نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی خواہش اور اس کیلئے کوشش زندگی کا مستقل حصہ بن جائے تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں اور یہ کوشش ہے جو پھر آگے جاگ لگاتی چلی جاتی ہے۔ بیوی بچوں کو بھی یہی ادراک ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کا قرب پانا ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ پس یہ ماحول گھروں میں پیدا کرنے کے لیے دعاؤں اور عمل کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس قربانی میں شامل کر کے عورتوں کیلئے بھی مثال قائم کر دی کہ نیک عورت اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتی ہے، اسکے آگے جھکتی ہے، اس کا قرب حاصل کرتی ہے تو اسے بھی خدا تعالیٰ نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چھری پھیرنے سے بھی بڑی قربانی پیش کرنے کیلئے پورے خاندان، میاں بیوی اور بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے کہا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر ایسی جگہ پہنچے جہاں میل ہا میل تک کوئی آبادی نہیں تھی بلکہ بے آب و گیاہ جگہ تھی۔ نہ پانی تھا، نہ کسی خوراک کا انتظام تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بیٹے کو صرف ایک مشکیزہ پانی اور کھجوروں کی ایک تھیلی کے ساتھ اس جگہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا کہ یہ مشکیزہ جب ختم ہو جائے گا اور یہ کھجوروں کی تھیلی جب ختم ہو جائے گی تو نہ پانی میسر ہوگا، نہ کھانے کو کچھ میسر ہوگا۔ پھر پتہ نہیں کس طرح میرے بیٹے اور میری بیوی کا گزارا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اس قربانی کا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے یہ قربانی کر رہے تھے۔

اب بظاہر دیکھا جائے تو اس بات کو تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ اس بے آب و گیاہ وادی میں پانی کا مشکیزہ ختم ہونے کے بعد پانی مل سکے یا کھجوروں کی تھیلی ختم ہونے کے بعد کھجور مل سکے یا کوئی بھی خوراک مل سکے۔ لیکن حضرت ہاجرہ کا توکل کا معیار بھی بہت اعلیٰ تھا۔ انہوں نے بے خوف ہو کر کہہ دیا کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر مجھے کوئی پروا نہیں۔ یقیناً جب حضرت ہاجرہ کے یہ الفاظ عرش کے خدا نے سنے ہوں گے کہ اگر خدا کا حکم ہے تو پھر وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا تو خدا تعالیٰ نے بھی کہا ہوگا کہ بے شک میں تجھے اور تیرے بیٹے کو کبھی ضائع نہیں کروں گا۔ اور بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی کیا جیسا اس سے امید رکھی گئی تھی بلکہ نہ صرف یہ کہ انہیں ضائع ہونے سے بچایا بلکہ ان کے ذریعے سے ایک ایسی زبردست قوم بنائی جس میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم المرتبت نبی مبعوث فرمایا جو تمام دنیا کیلئے مبعوث ہوا۔ آپ ہی تمام دنیا کے روحانی بادشاہ ہیں۔ خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی آپ کے وسیلے سے ہی اب ممکن ہے۔

حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی خاطر دنیا کو چھوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے قدموں میں لا کے ڈال دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آج لاکھوں کروڑوں لوگ حج و عمرہ کرتے ہیں تو حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کی یاد بھی تازہ کرتے ہیں۔ پس حضرت ہاجرہ کی اس قربانی کو قیامت تک کیلئے ایک مقام دے دیا، ایک اعزاز بخش دیا۔

پس آج کا دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور قربانی کو ہمیں اُسوہ بنانا ہوگا۔ حضرت ہاجرہ کی قربانی کو ہمیں معیار بنانا ہوگا۔ پس سب سے پہلے مردوں کو اپنی سوچوں اور اپنی قربانی کے معیاروں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر عورتوں اور بچوں کے معیار توکّل علی اللہ اور قربانی کے بڑھانے ہیں تو پھر مردوں کو بہر حال اپنے نمونے دکھانے ہوں گے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف اپنے اندر معمولی تبدیلیاں پیدا کرنے کیلئے یہ نمونے ہیں اور ان کی مثال صرف قصے کے طور پر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہے۔ نہیں! بلکہ یہ نمونے ہمارے لیے اسوہ ہیں۔ جب ہر مرد ابراہیمی نمونے پر چلنے کی کوشش کرے گا اور اس پر چلتے ہوئے وفا کے معیار کو اونچا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب ہر عورت حضرت ہاجرہ کے نمونے کو اپنانے کیلئے تیار ہوگی اور ہر نوجوان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نمونے اپنانے کیلئے تیار ہوگا تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بھی ہوگی۔

اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلام صادق کو ہم نے مانا ہے تا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں حصہ دار بن سکیں اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے۔ چنانچہ کئی مواقع پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ابراہیم کہہ کر مخاطب فرمایا۔ پس اس ابراہیم کو اگر ہم نے روحانی ترقی، اسلام کو دنیا میں غالب کرنے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا میں لہرانے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے مانا ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو اسماعیل بننے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہر عورت کو ہاجرہ بننے کی کوشش کرنی ہوگی۔

قربانیوں کے بغیر یہ انقلاب کبھی نہیں آئے گا اور نہ کبھی انقلاب آتے ہیں۔ پس اس حوالے سے میں ان ماؤں کو بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اپنے بچوں کو وقف کرتی ہیں لیکن جب بچے جوان ہوتے ہیں تو بعض والدین کی طرف سے یہ عذر آ جاتا ہے کہ ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ بچہ اگر صرف جماعت کی خدمت کرے گا تو تھوڑے سے الاؤنس میں گزارا نہیں ہوگا اس لیے اس کو دنیاوی کام کرنے کی اجازت دیں۔ ایک طرف قربانی کرنے کا ایک عہد کیا اور خود ہی پیش کیا، دوسری طرف اس کو دنیاداری کی طرف بھی ڈالنے لگی ہیں۔ اسی طرح بعض واقفینِ نو بچے بھی ہیں ڈاکٹر بن جاتے ہیں، انجینئر بن جاتے ہیں اس وقت کہتے ہیں کہ اب جماعتی خدمت بڑی مشکل ہے۔ ہمارا تھوڑے پیسوں میں گزارا نہیں ہوتا۔ ہمیں دنیاوی نوکری کرنے دیں۔ جب دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے، قربانی کا عہد کیا ہے، پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے والدین کو توفیق بخشی کہ وہ پیش کریں تو پھر اس قسم کے عذر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ اس عہد کو نبھانے کی ضرورت ہے۔ اگر تھوڑا الاؤنس بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ پس نوجوان واقفینِ نو اپنے آپ کو مبلغ اور مربی بننے کیلئے پیش کریں۔ ڈاکٹر اور انجینئر یا ٹیچر بن کے جماعت کیلئے اپنی خدمات پیش کریں اور قربانی دیں اور قربانیوں کے معیار کو بڑھائیں۔ صرف یہ پرانے واقعات سن کے خوش نہ ہو جائیں بلکہ یہ واقعات اس لیے ہیں کہ ہمیں اپنے نمونے دکھانے چاہئیں۔ ہمیں نہ دنیاوی بادشاہتوں سے غرض ہے نہ دنیاوی حکومتوں سے غرض ہے نہ حکومتوں کے نظاموں اور دولتوں سے غرض ہے اور طاقتوں سے غرض ہے اور نہ ہونی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی غرض ہے اور غرض ہونی چاہیے تو یہ کہ کس طرح ہم اسلام کی صداقت کو دنیا میں غالب کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کر سکتے ہیں۔ کس طرح ہم بھولی بھٹکی انسانیت کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بنا سکتے ہیں۔ کس طرح ہم انسان کو ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والا بنا سکتے ہیں۔ پس یہی ہمارے سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے۔ یہی احمدی کی غرض ہے اور خاص طور پر واقفینِ نو کی تو یہ غرض ہونی چاہئے۔ اسی کیلئے وہ اپنے آپ کو جامعہ میں آنے کیلئے بھی وقف کریں اور زیادہ سے زیادہ مبلغ بنیں تا کہ اسلام کا یہ پیغام ساری دنیا میں جلد سے جلد تر پھیل سکے۔

پس یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں یہی سلسلہ کے قائم ہونے کی غرض ہے اور اس کیلئے ہمیں قربانیاں دینی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حقیقی قربانی کا مادہ پیدا کرے۔ ہم ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ ہر آنے والی قربانی کی عید ہمیں اسلام کی ترقی کی نئی منزلیں دکھانے والی ہو۔ ہم ایسی مقبول قربانیاں کرنے والے ہوں جس کے فیوض و برکات ہم دنیا و آخرت میں حاصل کرنے والے بنتے چلے جائیں۔ ☆☆

دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، یہ اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا

لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیتِ دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے

دعا کی فضیلت، اھمیت اور برکات پر حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 16/اپریل 2021 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور نے آیت: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ............ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرۃ: 184 تا 187) کی تلاوت فرمائی۔

سوال: حضور انور نے ان آیات کی کیا تشریح فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: روزوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بعض حکم دیئے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمیں اپنا قرب عطا فرمانے اور قبولیت دعا کی نوید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان آیات میں جو میں نے تلاوت کی ہیں روزوں کی فرضیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتا دیا کہ اگر بیماری یا کوئی اور جائز وجہ ہے تو روزوں سے رخصتی کی صورت میں پھر ان کو بعد میں پورا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بالکل پورا نہ کر سکے تو اس کے لئے فدیہ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اگر بعد میں روزے رکھنے کی طاقت ہو جائے تو پھر بھی فدیہ دینا بہتر ہے اگر مالی لحاظ سے کسی کو اس کی طاقت ہے۔

سوال: مذکورہ بالا آیات میں دُعا سے متعلق احکامات کی حضور انور نے کیا تشریح بیان فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خوشخبری دی کہ میرے بندوں کو بتا دے کہ اے نبیؐ! مَیں ان کے قریب ہوں۔ دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہوں۔ اور رمضان کے مہینے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نچلے آسمان پر آ جاتا ہے یعنی اپنے بندوں کی دعاؤں کو بہت زیادہ سنتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری دعائیں سنوں تو پھر تمہیں بھی میری باتوں کو ماننا ہوگا۔ میرے احکامات پر عمل کرنا ہوگا۔ صرف رمضان کے مہینے میں نہیں بلکہ ان نیکیوں کو مستقل زندگیوں کا حصہ بنانا ہوگا اور اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنا ہوگا۔ پس قبولیت دعا کیلئے بھی بعض شرائط ہیں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی اہمیت و فضیلت کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’دعا اسلام کا خاص فخر ہے اور مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ دعا زبانی بک بک کا نام نہیں ہے بلکہ یہ وہ چیز ہے کہ دل خدا تعالیٰ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور دعا کرنے والے کی روح پانی کی طرح بہ کر آستانہ الوہیت پر گرتی ہے اور اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کیلئے قوی اور مقتدر خدا سے طاقت اور قوت اور مغفرت چاہتی ہے اور یہ وہ حالت ہے کہ دوسرے الفاظ میں اس کو موت کہہ سکتے ہیں۔ جب یہ حالت میسر آ جاوے تو یقیناً سمجھو کہ بابِ اجابت اس کیلئے کھولا جاتا ہے اور خاص قوت اور فضل اور استقامت بدیوں سے بچنے اور نیکیوں پر استقلال کیلئے عطا ہوتی ہے۔ یہ ذریعہ سب سے بڑھ کر زبردست ہے۔‘‘

سوال: ہمیں کس طرح پتہ چلے کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اصولی بات بیان فرما دی کہ اگر اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم ہو جاتا ہے جو مستقل تعلق ہے، جس کیلئے انسان نے حقیقی کوشش کی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوتا ہے جو اسے بدیوں سے بچنے کی استقامت عطا فرماتا ہے اور نہ صرف یہ کہ بدیوں سے انسان بچتا ہے بلکہ نیکیاں کرنے اور مستقل نیکیاں کرنے کی قوت عطا ہوتی ہے۔ اگر یہ نہیں تو انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا قرب پا لیا ہے۔ پس حقیقی عابد انسان اس وقت بن سکتا ہے جب اس نہج پر سوچنے والا ہو اور اس کے مطابق عمل کرنے والا ہو۔

سوال: گناہ گار کیلئے دُعا زیادہ ضروری ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: گناہ کرنے والا اپنے گناہوں کی کثرت وغیرہ کا خیال کر کے دعا سے ہرگز باز نہ رہے۔ دعا تریاق ہے۔ آخر دعاؤں سے دیکھ لے گا کہ گناہ اسے کیسا برا لگنے لگا۔ جو لوگ معاصی میں ڈوب کر دعا کی قبولیت سے مایوس رہتے ہیں اور توبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے آخر وہ انبیاء اور ان کی تاثیرات کے منکر ہو جاتے ہیں۔

سوال: قبولیت دُعا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: دعا کا اصول یہی ہے اللہ تعالیٰ قبول دعا میں ہمارے اندیشہ اور خواہش کے تابع نہیں ہوتا۔ میں خود اس امر میں ایک تجربہ رکھتا ہوں کہ جب دعا میں کوئی جزو مضر ہوتا ہے تو وہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی ہے۔ یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمارا علم یقینی اور صحیح نہیں ہوتا۔ بہت سے کام ہم نہایت خوشی سے مبارک سمجھ کر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ان کا نتیجہ بہت ہی مبارک خیال کرتے ہیں مگر انجام کار وہ ایک غم اور مصیبت ہو کر چمٹ جاتا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبولیت دُعا کیلئے کن ضروری امور کو مدنظر رکھنے کی ہدایت فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کیلئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کیلئے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں۔ اور استجابت کا دروازہ اس کیلئے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کیلئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں۔

سوال: قبولیت دعا کیلئے عمل کی ضرورت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے اور یہی معنی اس دعا کے ہیں۔ پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد، اعمال میں نظر کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کو اختیار کرنا اور اسے استعمال میں لانا ضروری ہے اسکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسباب کی رعایت ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دعا اسباب نہیں؟ یا اسباب دعا نہیں؟ تلاشِ اسباب بجائے خود ایک دعا ہے اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا چشمہ ہے۔ ہاں! میں کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کیلئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت ان رسولوں کو باقی نہ رہنے دے مگر پھر بھی ایک وقت ان پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ (الصّف: 15) کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک فقیر کی طرح صدا دیتے ہیں؟ نہیں۔ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں۔ جو دعا کا ایک شعبہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل ایمان اور اس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔

سوال: تقویٰ قبولیت دعا کی شرط ہے اسکے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (المائدہ: 28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (الرعد: 32)۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کیلئے ایک غیر منفک شرط ہے تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیتِ دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیتِ دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔

......☆......☆......☆......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا

اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر اور اسکو خوب پاک صاف کر دے، اور تو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک کر سکے

قرآن وحدیث کے حوالہ سے تقوی کی اھمیت وفضیلت پر

سیدنا حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26/مارچ 2004 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کونسی آیت کی تلاوت فرمائی؟

جواب: خطبہ جمعہ کے ابتداء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آیت: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورۃ الحجرات آیت: 14) کی تلاوت فرمائی۔

سوال: تقویٰ کی اہمیت کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا لفظ قرآن کریم میں اتنی بار استعمال کیا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں اور شاید ہی کوئی اور لفظ اتنی بار استعمال ہوا ہو۔ ایک مسلمان جب شادی کے بندھن میں بندھتا ہے تو اس وقت نکاح کے خطبہ میں پانچ دفعہ تقویٰ کے بارہ میں ذکر آتا ہے۔ تقویٰ کی اہمیت کا اسی بات سے اندازہ کر لیں۔ کیونکہ شادی میں مرد اور عورت ایک نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہوتے ہیں اور نہ صرف مرد اور عورت ایک معاہدہ کر رہے ہوتے ہیں بلکہ دو خاندان آپس میں ایک تعلق پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو معاشرے میں ایک فساد پیدا ہو جائے۔ پھر ایک مسلمان عورت اور مرد کے ایک تعلق میں بندھنے کے نتیجہ میں نئے وجودوں کی آمد ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان میاں بیوی تقویٰ پر قائم نہیں رہیں گے تو آنے والی نسل کے متقی ہونے کی کوئی ضمانت نہیں۔ تو خلاصہ یہ کہ تقویٰ ایک ایسی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر خدا تعالیٰ کے ملنے اور اس سے زندہ تعلق جوڑنے کا تصور ہی غلط ہے۔

سوال: تقویٰ کے معنی بیان فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو خطرے سے محفوظ کرنا اور شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو انسان کو گناہگار بنا دے۔ اور یہ تب ہوتا

ہے جب ممنوعہ اشیاء سے بچا جائے بلکہ اس کے لئے بعض اوقات جائز چیزوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ مثلاً رمضان میں پاک اور جائز چیزوں سے بھی مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانا جو گناہوں کی طرف لے جائے۔ اور یہ ہر مسلمان کیلئے فرض ہے چاہے وہ کسی قوم کا ہو۔

سوال حصول تقویٰ کیلئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کن ضروری امور کی طرف توجہ دلائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: یاد رکھیں کہ تمام بری باتوں سے اس وقت بچا جا سکتا ہے جب دل میں خدا تعالیٰ کی خشیت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہو جس سے اس کی محبت بھی ظاہر ہوتی ہو۔ اور یہ باتیں تب ملتی ہیں جب اس کے آگے جھکا جائے، اس سے مانگا جائے۔ یہ دعا کی جائے کہ اے خدا! میں تیری محبت میں وہ تمام باتیں چھوڑنا چاہتا ہوں جن کے چھوڑنے کا تُو نے حکم دیا ہے۔ اور وہ تمام باتیں اختیار کرنا چاہتا ہوں جن کے کرنے کا تُو نے حکم دیا ہے۔ لیکن تیرا قرب پانے کیلئے بھی تیرے فضل کا ہونا ضروری ہے۔ اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے تقویٰ عطا فرما۔ اگر نمازوں میں رو رو کر اپنے رب سے مانگیں گے تو اپنے وعدوں کے مطابق وہ ضرور ہماری دعائیں سنے گا۔ پس سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اپنی نمازوں کو، اپنی دعاؤں کو، اس کیلئے خالص کرنا ہوگا۔ اور یہی بنیادی چیز ہے۔ اگر نمازوں میں ذوق اور سکون میسر آ گیا تو سمجھیں سب کچھ مل گیا۔

سوال حضور انور نے حصول تقویٰ کیلئے کونسی دعا کثرت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی؟

جواب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: نمازوں میں خاص طور پر یہ دعا کریں جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا۔ اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر اور اسکو خوب پاک صاف کر دے، اور تُو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک کر سکے۔

سوال دلوں کو خدا کے نور سے پُر کرنے اور اوامر اور نواہی کو جاننے کیلئے حضور انور نے کونسا ذریعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: دلوں کو اللہ تعالیٰ کے نور سے بھرنے کیلئے، یہ دیکھنے کیلئے کہ کون سی باتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور کونسی باتیں ہیں جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے ہمیں قرآن شریف سیکھنا اور پڑھنا چاہئے۔ جن کو قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو سکھائیں۔ قرآن کریم کے درس کو روزانہ جماعتوں میں رواج دیں، چاہے چند منٹ کا ہی ہو تا کہ جو خود پڑھ اور سمجھ نہیں سکتے ان تک بھی یہ خوبصورت تعلیم وضاحت کے ساتھ پہنچ جائے۔ تلاوت قرآن کریم تو بہرحال ہر احمدی کو روزانہ ضرور کرنی چاہئے تا کہ قرآن کریم کی برکات نازل ہوں اور دل تقویٰ سے بھرتے چلے جائیں۔

سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم جہاں بھی رہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بدی کے بعد نیکی کرو، نیکی بدی کے اثر کو مٹا دیتی ہے۔

سوال اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضور انور نے کیا بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جان بوجھ کر کوئی بدی کر دو اور اس کے بعد کوئی چھوٹی سی نیکی کر کے سمجھو کہ بدی ختم ہوگئی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلطی سے انجانے میں کوئی بدی ہو جائے اور پھر اس کا احساس ہو، شرمندگی ہو، اللہ کا خوف ہو تو پھر استغفار کرو اور برائیاں نہ کرنے کا عہد کرو تو پھر اسکے اثرات مٹ جائیں گے۔ اسی لئے پہلے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہو تو پھر اللہ تعالیٰ بھول چوک معاف کر دے گا۔

سوال کون سا عمل کثرت سے جنت میں داخل کرنے کا موجب ہوگا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا جو کثرت سے لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا موجب ہوگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا تقویٰ اور حُسنِ اخلاق۔

سوال تقویٰ کو اپنی نسلوں کے اندر جاری کرنے کے متعلق حضور انور نے احباب جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: تقویٰ کے مطابق زندگیوں کو ڈھالنا اور اُسے صرف اپنی ذات تک محدود رکھنا کافی نہیں بلکہ اپنی نسلوں میں بھی یہ اعلیٰ وصف پیدا کرنا ہے کیونکہ اگر ہم نے اپنی نسلوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلانے کی کوشش نہ کی تو ہمارا تقویٰ ہماری ذات تک ہی محدود رہ جائے گا اور ہمارے مرنے کے بعد ہماری نسلوں میں یہ جاری نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہم نے اپنی نسلوں کی صحیح طرح تربیت نہ کی اور ان کو تقویٰ پر قائم نہ کیا تو پھر ہماری نسلیں بگڑ کر پہلے کی طرح ہو جائیں گی جن میں کوئی دین نہیں رہے گا۔ اس لئے ہر احمدی کیلئے ضروری ہے کہ جو نور ہدایت اس نے حاصل کیا ہے وہ اپنی نسلوں میں بھی جاری کرے تا کہ ہر آنے والی نسل پہلے سے بڑھ کر تقویٰ پر چلنے والی ہو۔

سوال اولاد کے حصول کی خواہش کے پیچھے کیا غرض اور مقصد کارفرما ہونا چاہئے؟

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کیلئے نہ ہو کہ وہ دین دار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے، بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا (یعنی نیک نسل نہیں، بدنسل) لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بناوے تب اسکی ایسی خواہش نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔

سوال اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: بیعت کی خالص اغراض کے ساتھ جو خدا ترسی اور تقویٰ پر مبنی ہے دنیا کے اغراض کو ہرگز نہ ملاؤ۔ نمازوں کی پابندی کرو، اور توبہ و استغفار میں مصروف رہو، نوعِ انسان کے حقوق کی حفاظت کرو اور کسی کو دکھ نہ دو، راستبازی اور پاکیزگی میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا فضل کر دے گا۔ عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں نصیحت کرو کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔ اور ان کو گلہ شکوہ اور غیبت سے روکو۔ پاکبازی اور راستبازی ان کو سکھاؤ۔ ہماری طرف سے صرف سمجھانا شرط ہے اس پر عملدرآمد کرنا تمہارا کام ہے۔ ☆☆

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

دے گا اور آسمانی آواز آئے گی یعنی خدا کا الہام کہ الحق فی آل محمد اور عیسائیوں کے لئے شیطانی آواز آئے گی یعنی وہ لوگ مکر اور فریب سے جو ایک شیطانی طریق ہے لوگوں کو سخت دھوکا دیں گے گویا وہ شیطانی آواز ہو گی جس کا یہ مضمون ہوگا کہ الحق فی ال عیسیٰ یعنی عیسیٰ کے لوگوں کے ساتھ حق ہے۔ تب یہودی طبع کے لوگ شیطانی آواز کی طرف جھک جائیں گے اور ہاں میں ہاں ملا کر دجال کے تابع ہو جائیں گے۔ آخر خدا تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اور اسلام کی حقیّت کیلئے نمایاں نشان ظاہر ہوں گے۔ تب بعض دجال کے تابع ذلت کے ساتھ رجوع کریں گے۔ یہ خلاصہ اشارات وعبارات احادیث ہے چاہئے کہ اس میں خوب غور کریں۔

دوسری لعنت

یہ لعنت خسوف کسوف ہے۔ یہ بھی ہمارے مخالفوں کے ذلیل کرنے کے لئے کچھ تھوڑی نہیں بشرطیکہ کچھ شرم ہو۔ آسمانی گواہی خدا تعالیٰ کی گواہی ہے۔ حدیث کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس سے انکار کیا یہ لعنت ہے یا نہیں۔ اگر یہ لعنت نہیں تو کوئی نظیر بتلاؤ کہ کسی مدعی کے ساتھ کبھی خسوف کسوف ماہ رمضان میں جمع ہوا جب سے دنیا کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔

تیسری لعنت

یہ لعنت ان کتابوں کے مقابلہ سے عاجز آنا ہے جن میں صاف ان لوگوں پر لعنتیں بھیجی گئی تھیں جو مکفر یا منکر دین ہو کر پھر مقابلہ نہ کر سکیں۔ درحقیقت یہ لعنت بھی کچھ تھوڑی نہیں بلکہ ایک ہزار لعنت ہے کہ اگر زنجیروں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ان کی لمبائی دکھلائی جاوے تو ایک بڑا رسہ بنتا ہے جو تمام مکفروں کے گلے میں ڈالنے کے لئے کافی ہوگا۔ پھر عجیب شرم ہے کہ اب تک کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی لعنت نہیں پڑی۔ کیا عیسائیوں کی اس بحث میں حمایت کرنا جو خالصاً اللہ اور رسول کے لئے تھی لعنت نہیں۔ کیا یہ ہزار لعنت کا لمبا رسہ کچھ بھی چیز نہیں اور اس سے کچھ ذلت نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مکفروں کی بڑی پکی عزت ہے کہ مار پر مار پڑتی گئی مگر اس عزت میں فرق نہیں آتا۔

چوتھی لعنت

عیسائی فریق پر پیشگوئی کا پورا ہونا ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ لعنت درحقیقت کئی لعنتوں سے مرکب ہے جس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

پانچویں لعنت

عنقریب پڑنے والی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر باوجود اس فتح نمایاں کے جو ہم کو بفضلہٖ تعالیٰ عیسائیوں کے فریق مباحث پر حاصل ہوئی۔ یعنی کوئی ان میں سے مرا اور کوئی موت تک پہنچا اور کوئی ماتم دار بنا اور کسی پر ذلت کی لعنت پڑی اور کسی پر اتنا خوف پڑا کہ نہ زندوں میں رہا اور نہ مردوں میں۔ اب بھی اگر ہماری فتح کا یہ غزنوی لوگ اور دوسرے مکفر اقرار نہ کریں اور نہ آتھم کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ قسم کھاوے اور دو ہزار روپیہ لیوے۔ اور ایک برس گزرنے کے بعد اس کا مالک بن جاوے تو بے شک ان پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور یہ مسخ ہو گئے اور خنازیر سے جا ملے اور عمداً وہ پہلو اختیار کیا جس میں اللہ و رسول کی اہانت ہے۔ اب ہم اس بارے میں زیادہ نہیں لکھیں گے اور اسی پر ختم کرتے ہیں۔ میاں عبدالحق کو اس جواب سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایں ہمان سنگ ست کہ برسر من زدی۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ ھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر۔

(انوارالاسلام رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 45)

عبدالحق اور اس کے گروہ کے سر پر لعنت کے ہزار ہزار جوتے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

انصاف کرنا چاہئے کہ کس قوت اور چمک سے کسوف اور خسوف کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور ہمارے دعویٰ پر آسمان نے گواہی دی مگر اس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ عَلَیْھِمْ نِعَالُ لَعْنِ اللّٰہِ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ اپنے ناپاک اشتہار میں نہایت اصرار سے کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ اَے پلید دجال پیشگوئی تو پوری ہوگئی لیکن تعصب کے غبار نے تجھ کو اندھا کر دیا۔ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم جلد 11 صفحہ 330)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں تحریف یقیناً عبدالحق کیلئے ایک بڑی لعنت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا کہ اپنے اس اشتہار میں جس کا عنوان ”صیانۃ الاناس عن شر الوسواس الخناس“ ہے چاند گرہن کی تاریخ بجائے 13 رمضان کے 14 رمضان لکھ دی اور سورج گرہن کی تاریخ بجائے 28 رمضان کے 29 رمضان لکھ دی۔ پس اَے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے تُو نے یہ یہودیانہ تحریف اسی لئے کی کہ تا یہ عظیم الشان معجزہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا پر مخفی رہے۔ (ایضاً صفحہ 334)

آئندہ شمارہ میں ہم مولوی عبدالحق غزنوی پر پڑنے والی بعض اور ذلتوں اور لعنتوں کا ذکر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے کریں گے۔ انشاء اللہ۔ (منصور احمد مسرور) ......☆......☆......

بقیہ خطاب حضورانور از صفحہ نمبر 14

نادان اپنی نادانی اور جہالت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔اسی لئے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ۔ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ (الطارق:12-13) کہہ کرفرمایا اِنَّہٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ (الطارق:14) جو کلام الٰہی کیلئے بولا گیا ہے یہ ایک نظری امر تھا۔اسکے ثبوت کیلئے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔جیسے امساک باراں کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینہ کی، اسی طرح پر اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں۔زمین بالکل مرچکی ہے۔یہ زمانہ ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ (الروم:42) کا مصداق ہوگیا ہے۔جنگل اور سمندر بگڑ چکے ہیں۔جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہوگیا ہے۔‘‘

اب اس زمانے میں، آپ نے ان کی باتیں سن ہی لیں۔

’’جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو دنیا کی حالت بدل گئی ہے۔روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اس کی تاثیریں نظر آتی ہیں۔اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا مبتلا ہے۔خدا پرستی اور خدا شناسی کا نام ونشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔اس لئے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نور نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشے۔خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس نور کو نازل کیا ہے۔مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد2 صفحہ 712 تا714 مطبوعہ ربوہ)

یقیناً وہ سعید فطرت فائدہ اُٹھاتے ہیں جن کو ایک تڑپ ہوتی ہے کہ پانی کی تلاش کریں۔کل بھی میں نے بہت سے واقعات سنائے تھے۔جلسہ کے پہلے دن جو واقعات سنائے تھے اُن میں بھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی اور اب بھی کہ کس طرح نیک طبعوں کی اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے۔جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں رہنمائی فرمائی اور اُن لوگوں نے اس پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور نیک فطرت اپنی پیاس بجھاتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک روحانی انقلاب بیعت میں آنے والوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ یہ پانی افریقہ میں بھی برس رہا ہے اور ایشیا میں بھی برس رہا ہے اور یورپ میں بھی برس رہا ہے اور امریکہ میں بھی برس رہا ہے، آسٹریلیا میں بھی برس رہا ہے اور جزائر میں بھی برس رہا ہے۔آج کی عالمی بیعت جو ہے اور یہاں ہر قوم کی نمائندگی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیض اب بھی جاری ہے۔

بہت سے ایسے ہیں جن کی مثالیں میں نے دی تھیں جنہیں خوابوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی۔ بعض خوابیں ایسی بھی ہیں جن میں واضح طور پر بتایا گیا (وہ مَیں نے بیان نہیں کیں، بعض لمبی تھیں) کہ جو پانی آج کل کے علماء کے ذریعے سے مل رہا ہے وہ بہت نیچے جاچکا ہے، اُس سے سیرابی نہیں ہوسکتی۔اور سیراب کرنے والا پانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہی ملے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اُس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے اور انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اُٹھتی ہیں۔‘‘

(ضرورۃ الامام روحانی خزائن جلد13 صفحہ 474)

پس ہم نے ان استعدادوں کے جاگنے کے عملی نمونے دیکھ لئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔اس کے بعد ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں اور کس طرح ان مولویوں کے بھرّے میں آجائیں کہ آسمانی پانی نہیں اترا۔پس ان لوگوں سے بھی مَیں کہتا ہوں، عامۃ المسلمین سے بھی مَیں کہتا ہوں، بہت سارے ہماری باتیں سن رہے ہوتے ہیں کہ اے عقل کے اندھو! اور ان علماء سے بھی میں کہتا ہوں کہ اے عقل کے اندھو! خود غرضیوں اور خود پسندیوں میں مبتلا علماء کہلانے والو! امت مسلمہ کو اپنی ذاتی اغراض اور مفادات کی بھینٹ چڑھانے والو! اُن کو ظلموں پر آمادہ کر کے معصوموں کا خون بہانے والو! کب تک امام وقت کی ضرورت کا شور بھی ڈالتے رہو گے، معصوموں کو راہِ راست سے ہٹاتے بھی رہو گے اور امام وقت کا انکار بھی کرتے رہو گے؟ خود مانتے ہو کہ زمانہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آسمانی پانی اُترے اور جب اُترا ہے تو پھر اس سے فیض نہیں اُٹھاتے۔عجیب حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کے عذاب کا اعتراف بھی کرتے ہو اور توبہ بھی نہیں کرتے کیونکہ کئیوں نے اپنے بیانوں میں یہ اعتراف بھی کیا۔پس خوف خدا کرو اگر اپنی حالت نہ بدلی تو کہیں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والے نہ بنو جس کا تم خود ذکر کر رہے ہو۔اور پھر جب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے تو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔دنیا کے عمومی حالات، اسلامی ممالک کی اکثریت کی ناگفتہ بہ اور افراتفری کی حالت، رعایا اور حکومت کے ایک دوسرے پر ظلم اور ان ظلموں کی بڑھتی ہوئی داستانیں، شدت پسندوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں جو اسلام کے خوبصورت چہرے کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، مومن کا مومن کی گردنیں کاٹنا، غیر مسلموں کو اپنی دولت پر قبضہ دینا اس لئے کہ تمہاری کرسی بچی رہے، تمہیں اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی خوف نہیں دلاتی؟ ہوش کرو ہوش کرو۔ورنہ یاد رکھو کہ قانونِ قدرت اپنا کام دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے اور جب بھڑکے تو پھر کسی کو نہیں چھوڑتا۔

اور اے غلامانِ مسیح دوران! اس آسمانی پانی سے فیض پانے والو جس نے تمہیں نئی زندگی بخشی ہے اپنے فرض ادا کرو۔اپنے تعلق کو خدا تعالیٰ سے مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جاؤ۔ دنیا کو راستی کا رستہ دکھانے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاؤ۔ اپنے دینی، روحانی، اخلاقی معیاروں کو اونچا سے اونچا کرتے چلے جاؤ کہ امام الزمان کی بیعت کا حق ادا ہو جائے۔اس روحانی پانی کے فیض سے اُگنے والی وہ فصلیں بنو جو فائدہ مند ہوتی ہیں، جو دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتی ہیں۔وہ نہریں اور دریا بنو جن پر ہر دم تازہ پانی اترتا رہتا ہے۔ دنیا کو روحانی مائدہ اب غلامان مسیح الزمان کے ذریعہ سے ہی ملنا ہے۔دنیا کی پیاس اب اُس پانی سے بجھنی ہے جو امام الزمان کے ماننے والوں نے مہیا کرنا ہے۔ اب اور کوئی گروہ یا جماعت نہیں ہے جو دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب لانے والا بن سکے۔اگر ہم نے اپنے فرائض ادا نہ کئے تو ہم بھی پوچھے جائیں گے۔پس ہمیں بھی اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنے کی ضرورت ہے۔

آج ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنے کی ضرورت ہے اور یہ عہد کر کے اُٹھیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں گے۔انشاء اللہ تعالیٰ۔اور اپنی بیعت کا حق ادا کرنے کیلئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے۔انشاء اللہ۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا ہوگی۔دعا میں اسیران کو بھی یاد رکھیں، کچھ عرب ممالک میں بھی اسیران ہیں، پاکستان میں بھی اسیران ہیں۔ پاکستان کے مظلوم احمدیوں کو بھی یاد رکھیں جن پر آجکل ظلموں کی، خاص طور پر صوبہ پنجاب میں ظلموں کی انتہا ہو رہی ہے۔ ہر لحاظ سے ظلم ہو رہے ہیں، بیماروں اور مصیبت میں گرفتار لوگوں کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا بھی حافظ و ناصر ہو اور خیریت سے گھروں کو جائیں۔دعا کرلیں۔(دعا)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 22/ مارچ 2013)

اُذۡکُرُوۡا مَوۡتَاکُمۡ بِالۡخَیۡرِ

مکرمہ قمر النساء صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحیٔ صاحب آف ہبلی (کرناٹک) کا ذکر خیر

(ارجمند علیم، جماعت احمدیہ سکندر آباد، صوبہ تلنگانہ)

میری خالہ محترمہ قمر النساء صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالحیٔ صاحب آف ہبلی مورخہ 17/ مئی 2021 کو چار دن کی علالت کے بعد وفات پا گئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر بوقت وفات 65 سال تھی۔میری خالہ مرحومہ پچھلے 20 سال سے لجنہ اماء اللہ ہبلی (صوبہ کرناٹک) کی صدر لجنہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی تھیں۔مرحومہ کے تین بیٹے مکرم عبدالقیوم صاحب، مکرم عبدالستار صاحب، مکرم عبدالصمد صاحب ہیں اور ایک بیٹی مکرمہ مہر النساء صاحبہ ہیں۔تینوں بیٹے ملازمت کے سلسلہ میں مع فیملی بیرون ملک رہائش پذیر ہیں۔مرحومہ کی بیٹی اپنی والدہ کے ساتھ ہی تھیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی توفیق ملی۔الحمدللہ۔

مرحومہ موصیہ تھیں۔آجکل کے حالات اور راستوں کی روکاوٹوں کی وجہ سے مرحومہ کو قادیان نہیں لے جا یا جاسکا اور ہبلی میں امانتاً رکھنے کا انتظام نہ تھا۔مرحومہ کی بیٹی نے اس سلسلہ میں بڑی ہمت سے کام لیا اور مقامی جماعت کی مدد سے جماعت احمدیہ یادگیر میں انہیں امانتاً دفن کروایا۔

مرحومہ نماز و پردے کی بہت پابند تھیں۔ جماعت کے ساتھ عقیدت کا تعلق رکھتی تھیں، خلافت احمدیہ کی سچی وفادار اور خلیفہ وقت کی جاں نثار تھیں۔ مرحومہ نہایت نیک و مخلص خاتون تھیں، جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں اور لوگوں اور رشتہ داروں کی مدد کرنے میں آگے آگے رہتیں۔ رشتہ داروں، جماعت کے احباب اور مرکزی نمائندگان کی نہایت احسن رنگ میں مہمان نوازی کرتی تھیں۔ہبلی میں باوجود سخت مخالفت کے مرحومہ اپنے گھر میں جلسہ کرتیں ،گھر کے چاروں طرف مخالفت کا ماحول تھا لیکن کبھی نہیں گھرائیں اور ہمیشہ ہمت سے کام لیا۔ جماعت ہبلی میں ہر دلعزیز تھیں۔افراد جماعت ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں اور ان کے چلے جانے پر حزن وغم کا اظہار کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل دے، مرحومہ کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے اپنے قرب میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین!

قادیان کے تعلیمی ادارہ جات میں لیڈی ٹیچرز کی ضرورت ہے

تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول و نصرت گرلز ہائی اسکول میں Physical Education, Punjabi, Physics, Mathematics, English, Computer, Hindi مضامین پڑھانے کیلئے لیڈیز ٹیچر کی کچھ اسامیاں پُر کی جانی مطلوب ہیں۔سلسلہ کی خدمت کا جذبہ اور مطلوبہ تعلیمی قابلیت رکھنے والی خواہشمند اُمیدوار نظارت دیوان کی طرف سے مطبوعہ کوائف فارم پُر کر کے اپنی درخواستیں جمع کروا سکتی ہیں۔اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) P.G.T (پوسٹ گریجویٹ ٹیچر) Physics تعلیمی قابلیت: متعلقہ مضمون میں 55% نمبرات کے ساتھ پوسٹ گریجویشن اور B.Ed. کے ساتھ کسی گورنمنٹ سے منظور شدہ ادارے میں 2 سال کا پڑھانے کا تجربہ ہو

(2) T.G.T (ٹرینڈ گریجویٹ جنرل لائن ٹیچر) تعلیمی قابلیت: 55% نمبرات کے ساتھ گریجویشن اور B.Ed. کے ساتھ گورنمنٹ سے منظور شدہ کسی ادارے میں 3 سال کا پڑھانے کا تجربہ ہو (پوسٹ گریجویٹ کو ترجیح دی جائیگی)

(3) کمپیوٹر ٹیچر تعلیمی قابلیت: متعلقہ مضمون میں گریجویشن (B.C.A) 55% کے ساتھ ہو، اور کسی بھی منظور شدہ ادارے میں 3 سال کا تجربہ ہو۔پوسٹ گریجویٹ کو ترجیح دی جائیگی

(4) Physical Education Teacher تعلیمی قابلیت: متعلقہ مضمون میں گریجویشن (B.P.Ed) 55% کے ساتھ ہو، اور کسی بھی منظور شدہ ادارے میں 3 سال کا تجربہ ہو۔

☆ CTET یا TET کوالیفائیڈ امیدوار کو ترجیح دی جائیگی ☆ اُمیدوار کی عمر 20 سال سے کم اور 40 سال سے زائد نہ ہو۔استثنائی صورت میں عمر کی حد میں چھوٹ پر غور ہو سکتا ہے ☆ صرف انہی اُمیدواران کی سلیکشن پر غور ہوگا جو مرکزی کمیٹی برائے بھرتی کارکنان کی طرف سے لئے جانے والے تحریری امتحان اور زبانی انٹرویو میں کامیاب ہونگے اور نور ہسپتال کی طبی رپورٹ کے مطابق صحتمند ہوں گے ☆ Selection کی صورت میں امیدوار کو قادیان میں اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا ☆ انٹرویو کیلئے قادیان بلانے کی صورت میں آمد و رفت کے اخراجات اُمیدوار کے اپنے ذمہ ہوں گے ☆ انٹرویو کی تاریخ کے تعلق سے بعد میں اطلاع دی جائیگی ☆ مطبوعہ کوائف فارم، دفتر نظارت دیوان یا درج ذیل ایڈریس/ Email سے حاصل کئے جاسکتے ہیں ☆ درخواستیں تعلیمی قابلیت و تجربہ کی اسناد (Self Attested) نقول کے ساتھ نظارت دیوان میں اعلان ہذا سے دو ماہ کے اندر اندر پہنچ جانی چاہئیں ☆ گزارہ الاؤنس و دیگر معلومات کیلئے درج ذیل ای میل و فون نمبرز پر دفتری اوقات کے دوران رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور Pin. 143516

موبائل: 09682627592, 09682587713 دفتر: 01872-501130

E-mail : diwan@qadian.in

(ناظر دیوان، صدر انجمن احمدیہ قادیان)

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10332: مَیں الثابت .بی ولدم مکرم رفیق .بی صاحب ،قوم احمدی مسلمان، طالب علم عمر 17 سال پیدائشی احمدی، ساکن موریا کنّی (ایدا تھاناتوکارا) ڈاکخانہ تھیرووِیزم کنّو ضلع پالاکڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 8/اپریل 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبدالرحیم — العبد: الثابت .بی — گواہ: ٹی محمد بشیر

مسل نمبر 10333: مَیں امتہ المتین بنت مکرم عبد الرحیم صاحب ،قوم احمدی مسلمان، طالبہ علم عمر 17 سال پیدائشی احمدی، ساکن موریا کنّی (ایدا تھاناتوکارا) ڈاکخانہ تھیرووِیزم کنّو ضلع پالاکڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 8/اپریل 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/300 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ناصر احمد زاہد — الامۃ: امتہ المتین — گواہ: عبدالرحیم

مسل نمبر 10334: مَیں ٹی ظفر اللہ ولد مکرم ٹی کویانّی صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ کاشتکاری عمر 58 سال پیدائشی احمدی، ساکن موریا کنّی (ایدا تھاناتوکارا) ڈاکخانہ تھیرووِیزم کنّو ضلع پالاکڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 8/اپریل 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: 90 سینٹ رہائشی زمین مع مکان، 50 سینٹ زمین۔ میرا گزارہ آمد از کاشتکاری ماہوار -/6000 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبدالرحیم — العبد: ٹی ظفر اللہ — گواہ: ٹی محمد بشیر

مسل نمبر 10335: مَیں ماریہ مدثر زوجہ مکرم رضاء اللہ حمید صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ خانہ داری عمر 24 سال پیدائشی احمدی، ساکن انگادی تھازم (چاک کامکانڈم، چاواکاڈ) ضلع ترشور صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 16/اپریل 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: زیور طلائی 68 گرام 22 کیریٹ، حق مہر وصول شد۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: رضاء الحمید — الامۃ: ماریہ مدثر — گواہ: ناصر احمد زاہد

مسل نمبر 10336: مَیں سی .پی .جمیلہ زوجہ مکرم ایچ .سلیمان صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ خانہ داری عمر 53 سال تاریخ بیعت 1984، ساکن تسنیم (چیروم کوڈی) ڈاکخانہ کاواسیری ضلع پالاکڈ صوبہ کیرالہ، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 13/اپریل 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: زیور طلائی 56 گرام 22 کیریٹ، حق مہر وصول شد۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ایچ .سلیمان — الامۃ: سی .پی .جمیلہ — گواہ: ٹی حمزہ ارشاد

مسل نمبر 10337: مَیں مبشر احمد ولد مکرم خلیل احمد صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ کھیتی عمر 55 سال پیدائشی احمدی، ساکن بجوپورہ ضلع سہارنپور صوبہ یو .پی، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 29/جنوری 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: کھیتی زمین 15 بیگھ، ایک رہائشی مکان۔ میرا گزارہ آمد از کھیتی ماہوار -/6000 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عارف احمد خان غوری — العبد: مبشر احمد — گواہ: نسیم احمد

مسل نمبر 10338: مَیں منتظر احمد ولد مکرم خلیل احمد صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ کھیتی عمر 40 سال پیدائشی احمدی، ساکن بجوپورہ ضلع سہارنپور صوبہ یو .پی، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 29/جنوری 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: کھیتی زمین 15 بیگھ، ایک رہائشی مکان۔ میرا گزارہ آمد از کھیتی ماہوار -/6000 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عارف احمد خان غوری — العبد: منتظر احمد — گواہ: نسیم احمد

مسل نمبر 10339: مَیں خلیل احمد ولد مکرم حاجی بشیر احمد صاحب مرحوم ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ کھیتی عمر 77 سال پیدائشی احمدی، ساکن بجوپورہ ضلع سہارنپور صوبہ یو .پی، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 29/جنوری 2021 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: زمین ایک ایکٹر، نقدی مبلغ ایک لاکھ روپئے۔ میرا گزارہ آمد از کھیتی ماہوار -/3000 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عارف احمد خان غوری — العبد: خلیل احمد — گواہ: نسیم احمد

مسل نمبر 10340: مَیں شاذیہ انس زوجہ مکرم انس احمد سلیجہ صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ خانہ داری عمر 30 سال پیدائشی احمدی، ساکن پلاٹ نمبر 8 (چنہٹ) دیوار روڈ ضلع لکھنؤ صوبہ یو .پی، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 6/مارچ 2019 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: حق مہر -/80,000 روپئے بذمہ خاوند۔ زیور طلائی 2 ہار، 3 انگوٹھیاں، 2 جوڑی کان کی بالیاں، 1 لاکیٹ (کل وزن 5.75 تولہ 22 کیریٹ)، زیور نقرئی: پائل ایک جوڑی وزن 100 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عارف احمد خان غوری — الامۃ: شاذیہ انس — گواہ: انس احمد سلیجہ

مسل نمبر 10341: مَیں شمع پروین زوجہ مکرم نفیس احمد خان صاحب ،قوم احمدی مسلمان، پیشہ خانہ داری عمر 43 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ نور (چھوٹا ننگل) ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 13/مارچ 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: زیور طلائی 20 گرام 22 کیریٹ، زیور نقرئی 100 گرام، حق مہر -/25,000 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: نفیس احمد خان — الامۃ: شمع پروین — گواہ: ناصر احمد زاہد

مسل نمبر 10342: مَیں سارہ پروین بنت مکرم نفیس احمد خان صاحب ،قوم احمدی مسلمان، طالبہ علم عمر 18 سال پیدائشی احمدی، ساکن محلہ نور (چھوٹا ننگل) ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش وحواس بلاجبر اکراہ آج بتاریخ 13/مارچ 2021 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے: زیور نقرئی 5 گرام۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/200 روپئے ہے۔ مَیں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: نفیس احمد خان — الامۃ: سارہ پروین — گواہ: ناصر احمد زاہد

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 1 - July - 2021 Issue. 26

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.800/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

اُس کی قسم جس نے محمد کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اگر بکری کا بچہ بھی ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن عمر کا اس پہ مؤاخذہ ہو گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

عبدالوحید وڑائچ صاحب کو دُنیا کی سب سے بلند چوٹی ماؤنٹ ایوریسٹ پر بھی لوائے احمدیت کے لہرانے کا شرف حاصل ہوا

انہوں نے یقیناً شہادت کا درجہ پایا ہو گا، اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے

مکرم عبدالوحید وڑائچ صاحب، مکرمہ صاحبزادی امۃُ النور صاحبہ، مکرمہ بسم اللہ بیگم صاحبہ، مکرم کرنل جاوید رشدی صاحب کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25/جون 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک موقع پر مدینہ کے قریب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک عورت کے ساتھ اسکے کچھ بچے ہیں اور ایک ہنڈیا آگ پر چڑھی ہوئی ہے اور اسکے بچے بلک بلک کر رو رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ السلام علیکم اے روشنی والو۔ آپ نے آگ والے کہنا پسند نہ کیا اس خاتون نے وعلیکم السلام کہا، آپ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ تو اس عورت نے کہا رات اور سردی نے ہمیں یہاں روک لیا ہے۔ آپ نے کہا ان بچوں کا کیا معاملہ ہے یہ کیوں بلک رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے اس عورت نے کہا کہ اس کے اندر صرف پانی ہے اور اس کے ذریعہ میں بچوں کو دلاسا دے رہی ہوں یہاں تک کہ وہ سو جائیں۔ اللہ ہمارے اور عمر کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا خاتون اللہ تم پر رحم کرے عمر کو تمہاری حالت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا وہ ہمارے امور کے نگران ہیں اور ہم سے غافل ہیں۔ اس پر آپ تیزی سے واپس مدینہ آئے اور اناج کی بوری اور کھانے کا ضروری سامان لیکر اس عورت کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے ان کیلئے ہریرہ تیار کیا۔ پھر اسے برتن میں ڈال کر ٹھنڈا کیا پھر بچوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ کھانے کے بعد بچے ہنس رہے تھے اور ایک دوسرے سے کھیل رہے تھے۔ وہ عورت کہنے لگی اللہ تعالیٰ آپکو بہترین جزا دے۔ تم اس امر میں امیر المؤمنین سے جزا کے زیادہ حقدار ہو۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا جب تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ گی تو تم انشاء اللہ مجھے وہاں پاؤ گی۔ آپ وہاں اس وقت تک رُکے رہے جب تک کہ بچے پُرسکون ہو کر سو نہ گئے پھر آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔

مدینہ میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور ان لوگوں نے عیدگاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمر ساری رات ان کا پہرہ دیتے رہے آپ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی۔ آپ نے کئی مرتبہ خیمے کے پاس جا کر اسکی ماں سے کہا کہ بچے کا خیال رکھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ دیر رات تک بچہ روئے جا رہا ہے تو آپ نے اس اسکی ماں سے دریافت کیا کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ اسکی ماں نے کہا کہ اے اللہ کے بندے میں اس کو دودھ کے علاوہ دوسری خوراک کی طرف مائل کر رہی ہوں لیکن وہ انکار کر دیتا ہے۔ کیونکہ عمر ان ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جن کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا تیرا بھلا ہو۔ دودھ چھڑانے میں اتنی جلدی نہ کر۔ پھر جب آپ نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی تو آپ کے رونے کی وجہ سے قرأت لوگوں پر واضح نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت عمر نے اپنے آپ سے کہا کہ عمر تیرا بُرا ہو تو نے کتنے ہی مسلمانوں کے بچوں کا خون کر دیا ہے۔ پھر آنے دودھ پیتے بچوں کا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک بوڑھا شخص جو اپنی زمین میں درخت نہیں لگاتا تھا اس کو حضرت عمر نے تاکید فرمائی کہ ضرور اپنی زمین میں درخت لگائے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ آپ اس کے ساتھ ملکر اس کی زمین میں درخت لگا رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ حکم دیا کہ کوئی سپاہی چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ اگر کوئی سپاہی زیادہ مدت تک باہر رہنا چاہتا ہو تو اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھے۔

ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مدینہ کے قریب ایک خیمے میں ایک عورت دردِ زہ سے تڑپ رہی ہے۔ اسکے ساتھ اسکے شوہر کے سوا کوئی نہ تھا۔ آپ گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ کو لیکر فوری اس کے پاس پہنچے۔ اس عورت نے لڑکے کو جنم دیا۔ آپ کی اہلیہ نے حضرت عمر کو آواز لگائی جو باہر اس کے شوہر کے ساتھ تھے کہ امیر المومنین خوشخبری دے دیں لڑکا ہوا ہے۔ تب اس شخص کو پتا لگا کہ وہ کتنے عظیم انسان کے ساتھ بیٹھا ہے۔

سعید بن مسیب اور ابوسلمیٰ بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم حضرت عمر نے جو کچھ کہا اس کو پورا کر دیا۔ سختی کرنے کے مواقع پر سختی میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں کے بال بچوں کے باپ بن گئے یہاں تک کہ ان عورتوں کے پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوئے تھے۔ انہیں گھریلوں ضروریات کا سامان بازار سے خرید کر لا کر دیتے، خود اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر ان کے شوہروں کی طرف روانہ کرتے۔

ایک موقع پر حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین کہاں جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا صدقے کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے میں اس کو تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لئے ایسی راہیں متعین کر دی ہیں کہ جن پر چلنا آسان نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کرو۔ اس کی قسم ہے جس نے محمد کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اگر بکری کا بچہ بھی دریائے فرات کے کنارے ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن عمر کا اس پہ مؤاخذہ ہو گا۔

جبلہ بن ایہم ایک بہت بڑے عیسائی قبیلے کا سردار تھا۔ یہ اپنے ساٹھ ہزار متبعین کے ساتھ اسلام لے آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ ہزار صرف اسکے سپاہیوں کی تعداد تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ شام سے مکہ کی طرف حج کیلئے چل پڑا۔ حج کے دوران ایک مسلمان کا پیر اسکے پیر پر پڑ گیا۔ غصے میں آکر اس نے مسلمان کو تھپڑ مار دیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمر سزا کے طور پر اس غریب مسلمان سے اس کے منہ پر تھپڑ مروائیں گے تو فوری مکہ سے نکل کر شام کی طرف بھاگ گیا اور اپنی قوم سمیت مرتد ہو کر مسلمانوں کے خلاف رومی جنگ میں شامل ہوا لیکن حضرت عمر نے اسکی پرواہ نہیں کی۔ حضور انور نے فرمایا: یہ وہ مساوات تھیں جو اسلامی حکومت نے قائم کی اور آج کی اسلامی حکومتوں کیلئے یہ سبق ہے۔

حضور انور نے فرمایا: اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا پہلا ذکر ہے عبدالوحید وڑائچ صاحب کا جو صدر جماعت تھے وائلڈرس ہوسٹ جرمنی کے۔ سابق صدر خدام الاحمدیہ اور سابق نیشنل سیکرٹری تربیت سوئٹزرلینڈ بھی تھے۔ یہ 12 مئی کو ماؤنٹ ایورسٹ کو کامیابی کے ساتھ سر کرنے اور اس پر لوائے احمدیت لہرانے کے بعد نیچے اترتے ہوئے طبیعت خراب ہونے پر اکتالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امیر سوئٹزرلینڈ طارق المدثر صاحب ان کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اختصار کے ساتھ اگر کہا جائے تو عبدالوحید وڑائچ صاحب مرحوم حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے ایک مثالی احمدی تھے۔ نیشنل سیکرٹری امور خارجہ زاہد صاحب کہتے ہیں انتہائی شریف النفس صوم وصلوۃ کے پابند دعا گو انتہائی محنتی خلافت کے فدائی اور فرمانبردار۔ شفیق دوست اور ملنسار انسان تھے۔ جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے تیار رہنے کی زندہ مثال تھے۔ خدام الاحمدیہ کے تحت انہوں نے احمدیہ ہائیکنگ کلب بھی قائم کیا اور بیسیوں نوجوانوں کو ہائیکنگ سے متعارف کروایا۔ غیر معمولی عزم رکھنے والے انسان تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ اگر مجھے حضور انور کی طرف سے اجازت مل گئی تو میں سات براعظموں کی چوٹیوں کو سر کر کے ان پر لوائے احمدیت لہراؤں گا۔ حضور انور نے فرمایا انہیں خوف تھا کہ ان کو مَیں کہیں منع نہ کر دوں مگر مَیں نے انہیں کہا کہ جھنڈے گاڑ دو اگر جا سکتے ہو تو۔ اس نوجوان نے پھر کبھی مڑ کر واپس نہیں دیکھا اور اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے انتھک کوشش کی اور ایک کے بعد دوسری چوٹی سر کرتے گئے۔ مرحوم کو دنیا کی سب سے بلند چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ پر بھی لوائے احمدیت کے لہرانے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور انور نے فرمایا: یقیناً نیک مقصد اور جذبہ کے ساتھ انہوں نے اسلام اور احمدیت اور خدا تعالیٰ کی توحید کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے اور اس مقصد کے سفر میں اللہ تعالیٰ کے حضور بھی حاضر ہوئے۔ انہوں نے یقیناً شہادت کا درجہ پایا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے شہداء میں شمار فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے محترمہ امۃ النور صاحبہ کا جو ڈاکٹر عبدالمالک شمیم صاحب کی اہلیہ تھیں اور صاحبزادی امۃ الرشید بیگم اور میاں عبدالرحمن صاحب کی بیٹی تھیں۔ 15 جون کو واشنگٹن میں انکی وفات ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پڑنواسی اور اسی طرح ننھیال کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی پڑنواسی بھی تھیں۔ حضرت مصلح موعود اور حضرت سیدۃ امۃ الحیٔ صاحبہ کی نواسی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت پروفیسر علی احمد آف بہار کی پوتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ان کا نکاح پڑھایا اور رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے آپ نے دعا دی۔ حضور انور نے فرمایا: صاحبزادی امۃ النور صاحبہ کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ نیشنل سیکرٹری تربیت امریکہ رہیں نیشنل نائب صدر امریکہ رہیں لوکل صدر لجنہ واشنگٹن رہیں اور مختلف کمیٹیوں کی ممبر رہیں۔ ان کی بڑی بیٹی امۃ المجیب کہتی ہیں کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔

اگلا ذکر ہے مکرمہ بسم اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد خان صاحب بہادر شیر سابق افسر حفاظت خاص کا جو جرمنی میں 14 جون کو 84 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ ان کے پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ان کے بیٹے محمود احمد صاحب جو مربی سلسلہ اور مشنری انچارج ہیں فجی میں اور امیر جماعت بھی ہیں، لکھتے ہیں کہ والد محترم کی وفات کے بعد زمینوں سے جو بھی رقم آتی تھی سب سے پہلے اس میں سے چندہ ادا کرتی تھیں۔ والد صاحب کی پینشن کی رقم جمع کر کے ان پیسوں سے طاہر آباد جنوبی میں مسجد بنوائی۔ انہوں نے ہمیں ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ خلافت کے دامن کو پکڑے رکھنا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ہم سب کو ماں اور باپ دونوں کی محبت دی اور کبھی بھی ہمیں والد کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔

حضور انور نے فرمایا: اگلا ذکر ہے کرنل جاوید رشدی صاحب کا جو چوہدری عبدالغنی رشدی صاحب راولپنڈی کے بیٹے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا ان کی وفات ہوئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم موصی تھے۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد ہمہ وقت جماعتی خدمات میں مصروف رہے۔ بہت دعا گو انسان تھے۔ لوگوں کی خاموشی سے مالی مدد کیا کرتے تھے۔ ان سب کے جنازے نماز جمعہ کے بعد انشاء اللہ ادا کروں گا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad